

قیامت کی نشانی

حدیث کی زبانی

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست قیامت کی نشانی حدیث کی زبانی

قیامت کی نشانی—حدیث کی زبانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا سید مسعود احمد ہاشمی زید مجدہم۔
مہتمم مدرسہ احیاء العلوم، شیموگہ

اہل جنوب کے درمیان ایک معروف ومتعارف شخصیت کا نام ''حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان مفتاحی'' ہے۔

موصوف اپنے پہلو میں ایک ایسا حساس دل رکھتے ہیں جو اصلاح امت فکر کے ساتھ ڈھڑکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سوز دورں کی نعمت سے بہرور کیا ہے۔ اسی کا ثمرہ ہے کہ اب تک حالات کے تقاضے اور معاشرہ کی ضرورت کے پیش نظر مختلف موضوعات پر دو درجن سے زائد رسائل اور کتابیں ممدوح کے گوہر بار اور حقائق نگار قلم سے نکل کر ہر گھر اور گھر کے ہر فرد کے لیے ناگریز ضرورت بن چکی ہیں۔

اسی علمی اور اصلاحی سلسلہ کی ایک کڑی کتاب ''' قیامت کی نشانی حدیث کی زبانی'' بھی ہے۔ جس میں علامات قیامت پر مشتمل ترمذی شریف کی ایک مشہور حدیث کو جدید جاہلیت کے پیدا کردہ حالات پر بڑے دردوسوز کے ساتھ تشریح کرتے ہوئے منطبق کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب ہر قاری کے لیے، مفید ومؤثر ثابت ہوگی اور اس ''سودوسوا مکرفن'' کی دنیا سے دامن بچانے کا ذریعہ اور ساتھ ہی مؤلف کے علم میں برکت اور اجر اخروی میں زیادہ کا باعث بنے گی۔

سید مسعود ہاشمی
مدرسہ احیاء العلوم، شیموگہ
۲۹۔۱۴۱۸۳ھ

پیش نامہ

حدیث پاک کی مشہور ومعروف کتاب ''مشکوۃ شریف'' کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس میں ترمذی کی ایک عبرت ناک حدیث نظروں سے گذری اور دل میں رچ و بس گئی اور جب بھی اس کی طرف قلب نے توجہ کی، ہر بار مزید تاثیر و تاثر کا مشاہدہ ہوا۔ محولہ بالا حدیث میں رسول کریم ﷺ نے قیامت کے قریب کثرت کے ساتھ رائج ہوجانے والے گناہوں کا ذکر فرما کر یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ جب ان گناہوں کا عام رواج ہوجائے گا تو خدا کی طرف سے زلزلہ، صورتوں کا مسخ ہوجانا، زمین میں دھنسا دیا جانا وغیرہ وغیرہ سخت ترین عذابات پے در پے آئیں گے۔

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آج سے پانچ سال قبل ۱۴۰۴ھ میں راقم الحروف آمبور (ناتھ آرکاٹ) کی ایک دینی درسگاہ ''مدرسہ رفیق العلوم'' میں تدریسی خدمت انجام دے رہا تھا۔ اس دور سے برابر یہ حدیث پیش نظر رہی اور قلب وجگر کو متاثر کرتی رہی۔ اسی تاثر نے یہ بات دل میں ڈالی کہ اس حدیث کو عام طور پر شائع ہونا چاہئے۔ کیوں کہ:

(۱) آج ایک طرف ہم معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ تمام گناہ جن کی فہرست اس حدیث میں پیش کی گئی ہے یہاں رائج نظر آتے ہیں اور یہ رواج روز افزوں اور روبہ ترقی ہے۔

(۲) پھر دوسری طرف اس حدیث میں جن عذابات کی دھمکی دی گئی ہے ان میں سے بعض عذابات بھی دیکھنے اور سننے میں آرہے ہیں۔ اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ نبوی تہدیدات وتنبیہات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی خیال سے حدیث مذکورہ شائع کرنے کا اب سے بہت پہلے ارادہ کرلیا تھا اور اس حدیث پر ایک

مختصر شرح بھی لکھنی شروع کردی تھی۔ مگر کچھ حصہ لکھنے کے بعد یہ سلسلہ التواء میں پڑ گیا اور تقریباً چار سال گذر گئے۔ پھر ایک دن شرح حدیث کا وہ حصہ جو لکھا گیا تھا، بوسیدہ کاغذات سے برآمد ہوا تو پھر اس کام کا داعیہ پیدا ہوا اور بحمدللہ اسی زمانہ میں اس حدیث پر شرح کا کام مکمل کردیا۔

مگر طباعت کا مرحلہ پھر بھی التواء ہی میں رہا تاآنکہ ۱۴۱۰ھ میں جناب محمد کفایت اللہ خان صاحب اوران کے بھائیوں کی طرف سے ان کے تایا جناب محمد قاسم خان صاحب نے یہ پیش کش کی کہ کوئی دینی رسالہ اگر لکھ کردیا جائے تو وہ اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لیے طبع کرواکر مفت تقسیم کریں گے۔

میں نے ان کے سامنے یہی پیش کش کردیا، چنانچہ ۱۴۱۰ھ میں پہلی بار ان حضرات کے توسط سے یہ رسالہ نافعہ طبع ہوااوراب دوسری بار ادارہ تبلیغ وتجدید سنت کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ ناشرین کے والدین اور خود ناشرین اوراحقر کے لیے بھی اپنی دعوات صالحہ میں کچھ حصہ رکھیں۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

احاطہ مدرسہ مسیح العلوم، بیدواڑی، بنگلور۔۱

۱۴۱۸ھ ربیع الاول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث نبوی ﷺ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذااتُّخِذَالفَئُ دُوِلاً وَالْاَمَانَةُ مَغْنَماً وَالزَّکوٰةُ مَغْرَماً وَتُعَلِّمَ لِغَیْرِالدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنیٰ صَدِیْقَهٗ وَاَقْصیٰ اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَالْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمَ الْقَوْمِ اَرْذَلُهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقِیْنَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ آخِرُهٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَافَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَذٰلِکَ رِیْحاً حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفاً وَمَسْخاً وَقَذْفاً وَاٰیَاتٍ تُتَابِعُ کَنِظَامٍ قَطَعَ سِلْکُهٗ فَتُتَابِعُ .(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوٰۃ کو تاوان خیال کرلیا جائے اور علم دنیا کی خاطر حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قبیلہ کا سرداران میں سے فاسق کو بنالیا جائے اور قوم کا سربراہ ان کا رذیل آدمی ہوجائے اور آدمی کا اکرام اس کے شر سے ڈر کر کیا جائے اور گانے والیاں اور آلات لہو عام ہوجائیں اور (مختلف قسم کی) شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کا آخری حصہ پہلے حصۂ امت کو لعنت کرے، تو اس وقت تم سرخ آندھی، زلزلہ، زمین میں دھنسنے، چہروں کے مسخ ہونے، آسمان سے

(۱)رواہ الترمذی باب بعداشراط السّاعة: ۲/۴۴

پتھر برسنے اور دوسری (قیامت کی) نشانیوں کا انتظار کرو جو پے در پے اس طرح آئیں گی جیسے موتیاں جس کی لڑی ٹوٹ گئی ہو اور وہ یکے بعد دیگرے گر رہے ہوں۔

تمہیدی معروضات

درج بالا حدیث شریف جس کی توضیح وتشریح آئندہ صفحات میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔اسکے متعلق یہاں چند باتیں تمہید کے طور پر عرض کرنا ضروری ہے۔

تین وضاحتیں:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث میں جن عذابوں کا اور مصیبتوں کا ذکر کیا گیا ہے، علماء نے ان کو قیامت کی علامتوں میں سے شمار فرمایا ہے۔(۱)

چنانچہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو قیامت کی نشانیوں کے باب میں ذکر فرمایا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی اس حدیث کو علامات قیامت کے باب میں داخل فرمایا ہے۔(۲)

نیز ماضی قریب کے مشہور مفسر وفقیہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی اس حدیث کو علامات قیامت میں بیان فرمایا ہے۔(۳)

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ان چیزوں کے علامات قیامت میں سے ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سب چوں کہ ہمارے اختیار سے باہر ہے اور ہونی اور شُدنی بات ہے، اس لیے اس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہ سب عذابات ہمارے اختیار سے باہر اور شدنی ہیں، لیکن ان عذابات کا جن باتوں کو سبب ومحرک قرار دیا گیا ہے، وہ سب کے سب اختیاری ہیں، تو یہ نتائج وعواقب بھی گویا ہمارے اختیار میں ہوئے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے سنکھیا کے کھانے

(۱) ترمذی ۲/۴۴، (۲) مشکوٰۃ: ۴۷۰ (۳) معارف القرآن ۸/۳۵

سے موت کا واقع ہونا، کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ زہر سے ہلاکت وموت کا ہونا، انسان کے اختیار سے نہیں بلکہ خدائے قادر وحکیم کی قدرت وحکمت کی کرشمہ سازی کا نتیجہ ہے مگر اس میں بھی کس بے وقوف کو شبہ ہوسکتا ہے کہ زہر کھانے کا عمل جس کو خودکشی کہتے ہیں ، یہ تو انسان کے اختیار میں ہے جس کے سبب سے زہر اپنا اثر دکھایا ہے؟

اسی طرح یہ عذابات جن کو علامات قیامت میں شمار کیا گیا ہے، انسان کے اختیار میں نہیں ہیں مگر انکے اسباب وبواعث تو اختیار میں ہیں تو جب سبب اختیاری ہوا تو اس کا نتیجہ بھی اختیاری ہی سمجھا جائے گا جیسے زہر کھانے والے کی موت کو سب اختیاری ہی کہتے ہیں، اور اسی کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، لہٰذا ان باتوں کے ذمہ داری بھی ہم ہی ہوں گے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ علامات قیامت جن کا اس حدیث میں ذکر ہے، اختیاری ہیں تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جو علامات قیامت اختیاری ہوتے ہیں وہ گناہ اور معصیت میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اپنے وعظ "**الھدیٰ والمغفرۃ**" میں فرماتے ہیں:

"یہ امر مصرح وثابت ہے کہ جو فعل اختیاری علامت قیامت سے ہوں وہ معصیت ومذموم ہیں۔"(۱)

اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس حدیث میں جن افعال واعمال کی فہرست پیش کی گئی ہے وہ سخت گناہ ومعصیت کے کام ہیں جن سے بچنا اور دور رہنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

---

(۱) بحوالہ اشرف الجواب: ۲/ ۲۱۸

ایک شیطانی دھوکہ کی پردہ دری:

اس تفصیل سے ایک شیطانی دھوکہ وفریب کاری کی قلعی کھل گئی ۔ وہ یہ کہ شیطان نے اکثر لوگوں کو یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ یہ ساری باتیں جن کے قیامت کے قریب ہونے کی خبریں آئی ہیں وہ بہرحال ہوکر رہیں گی۔اس میں انسان بے بس ہے لہٰذا نہ ان گناہوں سے مفر ہے نہ اس کے نتائج سے۔مگر یاد رہے کہ یہ محض شیطان کی فریب کاری اور مکاری ہے۔ ورنہ غور کیجئے کہ یہ امور اگر ہمارے اختیار میں نہ ہوتے اور ہم اس سلسلے میں مجبور محض ہوتے تو ان باتوں کی برائی ومذمت کیوں بیان کی جاتی اور ان سے بچنے کا کیوں حکم دیا جاتا اور ان گناہ کو معصیت قرار دینا کیونکر صحیح ہوتا۔ظاہر ہے کہ گناہ اسی کو کہتے ہیں جس کو آدمی اپنے اختیار سے کرے، بے اختیار جو کام سرزد ہوجائے اس کو گناہ نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی اس سے بچنے کا حکم دیا جاسکتا ہے، کیونکہ آدمی کو صرف ان چیزوں کا مکلّف بنایا گیا ہے جو اس کی قدرت واختیار میں ہوں،قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

﴿**لایکلف اللّٰہ نفساالاوسعھا لھا ماکسبت وعلیھا ما اکتسبت**﴾ (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مکلّف نہیں کرتا مگر صرف اس کام کا جو اس کی طاقت میں ہو اور اس کو ثواب بھی اس کا ملے گا جو ارادے سے کرے اور عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔(بقرہ:۲۸٦)

معلوم ہوا کہ علامت قیامت کے طور پر جن باتوں کو بیان کرکے ان سے بچنے اور رکنے کا حکم دیا گیا ہے وہ سب کے سب انسان کے اختیار میں ہیں،ان میں انسان مجبور و بے بس نہیں جو ایسا خیال کرتے ہیں وہ دراصل شیطانی فریب کے شکار ہیں۔ اس لیے ہم سب کو ہمت سے کام لے کر ان گناہوں سے بچنے اور دور رہنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔اب آگے حدیث شریف اور اس کی شرح ملاحظہ فرمائیں:

غریبوں کی حق تلفی

(۱) اذااتخذالفیٔ دولا:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے تو ان ہولناک عذابات کا (جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) انتظار کرو۔

فیّ اصل میں اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو کفار سے حاصل ہو جائے جیسے جزیہ، خراج، وعشر اور صلح کا مال اسی طرح فی اس مال کو بھی کہا جاتا ہے جس کو کفار و مشرکین چھوڑ کر بھاگ جائیں (۱)

اور فیّ کا مال قرآن کی تصریح کے مطابق رسول کریم ﷺ آپ کے رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر کا حق ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

مآافاء اللّٰہ علی رسولہ من اھل القری فللّٰہ وللرسول ولذی القربی والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم . الخ(حشر:۷)

(ترجمہ: جو مال لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں (کفار) سے سو وہ اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لیے ہے تاکہ وہ مال (فیّ) تمہارے مالداروں کی دولت نہ بن جائے۔

اس آیت میں اللہ کو حصہ دار قرار دینا ملکیت کے لحاظ سے ہے۔ اس کے بعد جو پانچ حقدار ہیں، ان میں سے رسول کا حق آپ کی وفات کے بعد ساقط ہو گیا۔ (۲)

اور آپ کے بعد آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ختم ہو گیا۔ (۳)

کیوں کہ وہ اس لیے تھا کہ وہ حضرات آپ کی مدد و نصرت کرتے تھے، جب

(۱) تفسیر قرطبی: ۱۴/۸ (۲) روح المعانی ۴۶/۲۸ (۳) معارف القرآن ۳۶۸/۸

آپ نہ رہے اور آپ کی نصرت کا سلسلہ نہ رہا تو ان کا حق بھی ختم ہو گیا۔ اب صرف تین قسم کے لوگ فیّ کے حقدار ہوئے، یتیم، مسکین اور مسافر۔ اس تفصیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ فی کا مال صرف حاجت مندوں اور بے کس مسافروں اور یتیموں کا حق ہے۔ غنی و مالدار لوگوں کا اس پر قبضہ کرنا ناجائز ہے اور قرآن کی مذکورہ بالا آیت کی تصریح کے مطابق یہ تفصیل تقسیم حصص کی اس لیے بیان کی گئی ہے کہ مالدار و غنی لوگ اس مال کو اپنی شخصی دولت نہ بنالیں۔

مگر حدیث زیر بحث میں فیّ سے مراد وہ مال ہے جو فقیروں اور حاجت مندوں کا حق ہے خواہ وہ کفار سے حاصل ہوا ہو یا مسلمانوں سے، پھر وہ کسی بھی طور پر حاصل ہوا ہو، اسی لیے بعض علماء نے فیّ کی تعریف یہ کی ہے:

هو مايوضع في بيت مال المسلمين. [۱]

(مال فیٔ وہ مال ہے جو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھا گیا ہے)

بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ اغنیاء و مالداروں کا غریبوں کے مال پر قبضہ کر لینا اور ان تک ان کا یہ حق نہ پہنچانا ناجائز اور عذاب الٰہی کا سبب و باعث ہے۔

حق تلفی کی مختلف صورتیں:

غریب لوگوں کی حق تلفی اور ان کو ان سے محروم کرنا مختلف صورتوں سے ہوتا ہے۔

(۱) بیت المال میں فقراء و مساکین کے مد میں جو مال جمع ہوتا ہے، اس کو بیت المال کے ذمہ دار منتظمین ان تک نہ پہنچائیں اور اپنی جیب بھرنے اور ٹریژری پُر کرنے لگیں۔

(۲) فقیر محتاج لوگوں کے پاس جو پونجی موجود ہے، اس کو چھین لیا جائے جیسے

---

(۱) التعريفات الفقهيه مندرجه قوائدالفقه: ۴۱۷

بعض سر برآوردہ لوگ پسماندہ طبقے کے افراد پر رعب جما کر چھین لیا کرتے ہیں۔

(۳) فقیروں اور محتاجوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مالداروں پر جو صدقہ خیرات مقرر فرمایا ہے، اس کو نہ دینا مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطرہ وغیرہ کیوں کہ یہ بھی ان کا حق ہے، اس کو ادا نہ کرنا ان کے حق کو دبا لینا ہے۔

حق تلفی کرنے والوں کی اُخروی سزائیں:

حق تلفی کرنے والوں پر دنیا میں بھی بعض اوقات سزا کے طور پر عذابات بھیج دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ زیر بحث حدیث میں اس پر سزائیں سنائی گئی ہیں۔ اور آخرت میں تو ایسے لوگوں کو ضرور سزا ملے گی اور ان اخروی سزاؤں کی کچھ تفصیل بعض حدیثوں میں آئی ہے۔ مثلاً

(۱) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ کھڑے ہوئے اور آپ نے مال غنیمت میں خیانت کا ذکر کیا اور اس کو بڑا گناہ قرار دیا، فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری ہو اور پکار رہی ہو، یا اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو اور ہنہنا رہا ہو اور یہ شخص کہے کہ یا رسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں کہہ دوں کہ مجھے کچھ اختیار نہیں، میں نے تو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا، یا اس کی گردن پر اونٹ بلبلا رہا ہو، یا اس کی گردن پر سونا چاندی ہو، یا اس کی گردن پر کپڑے ہوں۔ الخ۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ جو جو چیز خیانت کے ذریعہ کسی کی دبالی ہوگی وہ وہاں اس کی گردن پر سوار ہوگی اور یہ اللہ کے رسول ﷺ سے مدد چاہے گا اور آپ علیہ السلام اس کی شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی ایک

(۱) (بخاری کتاب الجہاد: ۱/۴۳۳)

بالشت زمین دبالے گا، اس کو زمین کے ساتوں طبقے طوق بنا کر پہنائے جائیں گے۔(۱)

(۳) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی کچھ زمین ناحق لے لے گا وہ قیامت میں زمین کے ساتویں طبقے تک دھنسا دیا جائے گا۔(۲)

(۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) ایک قوم کو قبروں سے اٹھائے گا جن کے پیٹوں سے آگ نکل رہی ہوگی اور ان کے منہ آگ کے شعلے بھڑکا رہے ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا کہ تم نے اللہ کا یہ قول نہیں دیکھا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں ظلم کر کے، وہ دراصل اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں۔(۳)

(۵) حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ ہم (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ کی خدمت میں تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا حق (جھوٹی) قسم کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔(۴)

ان چند احادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوسروں کے حقوق خصوصاً یتیموں کے حقوق کو دبا لینے والوں اور ان پر ظلم کرنے والوں پر قیامت میں کس قدر سخت عذابات ہوں گے۔

ایک عبرت ناک واقعہ:

علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ بعض عارفین سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ مونڈھے سے کٹا ہوا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ تیرا کیا قصہ ہے؟ کہا کہ اے بھائی بڑا عجیب قصہ ہے وہ یہ ہے کہ میں نے ایک آدمی

(۱) بخاری، کتاب المظالم: ۱/۳۳۱ (۲) ایضاً (۳) الکبائر للذہبی: ۶۵ (۴) کتاب الکبائر: ۱۰۲

کو دیکھا جس نے مچھلی شکار کر رکھی ہے جو مجھے پسند آ گئی، میں نے اس سے کہا کہ یہ مچھلی مجھے دیدے، اس نے کہا کہ میں نہیں دے سکتا ہوں کیوں کہ میں اسی کی قیمت سے میرے اہل وعیال کی غذا وخوراک کا انتظام کرتا ہوں، یہ سن کر میں نے اس کو مارا اور اس سے وہ مچھلی زبردستی لے لی اور چلا گیا، وہ کہتا ہے کہ میں اس کو اٹھا کر لے جارہا تھا کہ اس مچھلی نے میرے انگوٹھے کو زور سے کاٹ لیا۔ جس سے میں نے بہت ہی درد محسوس کیا۔ حتی کہ شدت تکلیف کی وجہ سے سو بھی نہ سکا اور میرا ہاتھ بھی سوج گیا اور صبح ہوئی تو طبیب کے پاس گیا، اس نے کہا کہ اب یہ سڑنا شروع ہو گیا ہے لہٰذا انگلی کو کاٹ دو ورنہ ہاتھ کاٹنا پڑے گا، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی انگلی کٹوا دی، مگر یہ تکلیف بڑھ کر ہاتھ میں آ گئی، مجھ سے کہا گیا ہے کہ گٹوں تک ہاتھ کٹوا دو، میں نے کٹوا دیا، مگر تکلیف بازو تک پھیل گئی تو یہاں تک کاٹ دینا پڑا، بعض لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ تکلیف کس سبب سے پیدا ہوئی؟ میں نے مچھلی کا قصہ سنایا۔ اس نے کہا کہ اگر تو پہلی ہی دفعہ مچھلی والے سے مل کر معاف کرا لیتا تو تیرے اعضاء نہ کاٹے جاتے۔ لہٰذا اب جا کر معافی مانگ لے، وہ کہتا ہے کہ میں گیا اور معافی مانگا اور یہ میرا قصہ سنایا، تو اس نے معاف کر دیا۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا حق چھیننا اور دبا لینا خدا کو ناراض کر دینا ہے اور اس سے دنیا وآخرت دونوں جگہ مصیبت اٹھانی پڑتی ہے۔

امانت میں خیانت

والامانة مغنما:

''اور جب امانت کو مال غنیمت بنالیا جائے'' مال امانت کو مال غنیمت سمجھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے غنیمت کا مال حلال ہے اسی طرح امانت کے مال کو بھی حلال

(۱) کتاب الکبائر:۱۱۴

سمجھ کر اس میں تصرف کیا جائے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ امانت میں خیانت کرنا اور پھر مال غنیمت کی طرح اس کو حلال سمجھنا، یہ بھی ان گناہوں اور شدید تر غلط کاریوں میں سے ہے جن کو علامات قیامت کے ظہور کا سبب بتایا گیا ہے جو ہولناک وخطرناک مصائب کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں خیانت کس قدر بری اور گندی چیز ہے کہ اس کے عام ہو جانے پر ان سخت ہولناک عذابات کی وعید سنائی گئی ہے، چنانچہ خیانت کی برائی پر قرآن وحدیث میں واضح ارشادات موجود ہیں۔

خیانت کی برائی وممانعت:

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿**یاایھاالذین آمنو لاتخونو اللہ والرسول وتخونو امانتکم وانتم تعلمون**﴾(**انفال:۲۷**) (اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول کی امانت میں خیانت نہ کرو، اور نہ خود تمہاری امانتوں میں خیانت کرو جب کہ تم جانتے ہو)

اس آیت میں صاف طور پر امانت میں خیانت سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی اس کی برائی وممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ جب بولے گا تو جھوٹ بولے گا دوسرے یہ کہ وعدہ کرے گا تو (قصداً) اس کے خلاف کرے گا اور تیسرے یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے گی تو اس میں خیانت کرے گا۔(۱)

اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جس کے پاس امانت نہیں اس کا ایمان نہیں۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خیانت کرنا مومن کی نہیں بلکہ منافق کی صفت ہے۔ ایک

(۱) بخاری کتاب الایمان:۱۰ (۲) الکبائر::۱۴۹

شخص مومن ہوکر خیانت نہیں کرسکتا۔ایک حدیث میں اس سے زیادہ صاف الفاظ میں یہ بات فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن ہر صفت پر پیدا ہوسکتا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔(۱)

معلوم ہوا کہ جھوٹ کی طرح خیانت بھی مومن کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔

خیانت کا عذاب:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس شخص کو لایا جائے گا جس نے امانت میں خیانت کی ہوگی اور اس سے کہا جائے گا کہ امانت ادا کر'وہ کہے گا''اے پروردگار یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ دنیا تو جاچکی ہے؟''اب اس شخص کو جہنم کی گہرائی میں اس (امانت کی) چیز جیسی کوئی چیز دکھائی دے گی، اس سے کہا جائے گا کہ اس میں اتر اور اس کو نکال لا، پس وہ اترے گا اور اس کو اپنے کندھے پر اٹھائے گا تو وہ چیز اس کو دنیا کے پہاڑوں سے زیادہ وزنی معلوم ہوگی، حتیٰ کہ جب وہ یہ خیال کرے گا کہ میں اب کامیاب ہوگیا تو جہنم کی پستی میں گر پڑے گا، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں پڑ جائے گا۔(۲)

خیانت کی شکلیں:

یہاں یہ بات خاص طور پر جان لینے کی ہے کہ خیانت صرف مال میں نہیں ہوتی بلکہ خیانت کی بہت شکلیں ہیں: ان میں سے ایک مالی خیانت ہے، جس کو سبھی جانتے ہیں۔اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ خیانت کے معنی ہیں امانت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، اور امانت نام ہے ہر اس چیز کا جو دوسرے کی کسی کے ذمہ ہو، خواہ وہ مال ہو یا کسی اور طرح کا حق ہو، اسی عام معنی میں قرآن کریم نے امانت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

(۱) الکبائر: ۱۵۰ (۲) الکبائر: ۱۵۰ قال فی الحاشیۃ: قال احمد اسنادہ جید

اناعرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منہا وحملھا الانسان. (سورہ احزاب:۷۲)

(بلاشبہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا، انہوں نے اس بار کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس بار امانت کو اٹھالیا)

یہاں امانت سے مراد تمام دینی احکامات ہیں جو انسان کے ذمہ خدا کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔ اسی لیے بعض نے امانت کی تفسیر فرائض سے، کسی نے نماز سے، کسی نے غسل سے، کسی نے عفت وعصمت کی حفاظت سے کی ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔ (۱)

اور حدیث شریف میں اسی معنی کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے کہ مجلسیں امانت ہیں۔ (۲)

یعنی مجلس میں جو بات ہوئی وہ امانت ہے۔

اسی طرح میاں بیوی کے درمیان ہونے والی رازدارانہ گفتگو کو امانت فرمایا گیا ہے۔ (۳)

الغرض امانت ہر وہ چیز ہے جو کسی کے ذمہ عائد کی گئی ہو۔ اور خیانت کے معنی امانت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا ہے۔ لہٰذا ان سب باتوں میں خیانت جاری ہوتی ہے۔ مثلاً نماز نہ پڑھنا خیانت ہے، روزہ نہ رکھنا خیانت ہے، اپنی عفت کی حفاظت نہ کرنا خیانت ہے، خدا اور رسول کے بتائے ہوئے کسی بھی حکم کی مخالفت کرنا خیانت ہے، اسی سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے جو اوپر درج کی گئی ہے کہ خدا اور رسول کی امانت میں خیانت نہ کرو۔

---

(۱) دیکھو تفسیر قرطبی:۱۴/۲۴۵ (۲) ابوداؤد مع بذل المجھود:۶/۲۵۲ (۳) ایضاً

مگر چوں کہ زیر بحث حدیث میں بظاہر خیانت سے مالی خیانت مراد ہے اس لیے ہم یہاں مال سے متعلق خیانت کی بعض جزئیات کو پیش کرنا چاہتے ہیں جن میں عام طور پر غفلت برتی جا رہی ہے اور لوگ اس کو خیانت نہیں سمجھتے۔

بیوی کا مہر اور معاشرے کی تباہ کاریاں:

بیوی کا مہر شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے، یہ بیوی کی امانت ہے۔ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو ان کا مہر ادا کرو۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے پانچ شخصوں کا ذکر فرمایا ہے جو خدا کے غضب کے مستحق ہیں، اور ان میں اس شخص کا بھی ذکر کیا ہے جو بیوی کا مہر ادا نہ کر کے اس پر ظلم کرے۔(۱)

معلوم ہوا کہ مہر ادا نہ کرنا ایک ظلم ہے اور ایسے شخص پر جو مہر ادا نہیں کرتا خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

آج معاشرے میں جہاں اور بہت ساری خرابیاں موجود ہیں، وہیں یہ بیماری بھی مشاہدے میں آ رہی ہے کہ شوہر بیوی کا مہر اپنے ذمہ سمجھتا ہی نہیں، بس نکاح کے وقت محض دکھاوے اور بڑائی کے لیے لمبا چوڑا مہر باندھا جاتا ہے جس کی ادائیگی کا خیال و تصور بھی نہیں ہوتا، بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ ادا نہیں کرنا ہے۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کم یا زیادہ مہر پر نکاح کرے اور اس کے دل میں یہ نہ ہو کہ اس مہر کو ادا کرنا ہے تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ زانی قرار دیا گیا ہوگا۔(۲)

مہر کے سلسلے میں ایک تباہ کاری یہ بھی معاشرے میں رائج ہے کہ شوہر کے انتقال پر کنبہ کی عورتیں، مرنے والے کی بیوی کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اپنا مہر معاف کر دے، حالانکہ جب تک کوئی دل سے معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا۔ نیز ایسی

---

(۱) الکبائر للذہبی: ۱۰۶ (۲) جمع الفوائد: ۱/۲۱۹

حالت میں جب کہ عورت رنج وغم میں مبتلا ہے، اس سے معاف کرانا بالکل غلط ہے۔ وہ تو ایسی حالت میں معاف کر ہی دے گی، خواہ جی چاہے یا نہ چاہے۔ پھر بھی سوچنا چاہئے کہ مہر معاف کیوں کرایا جائے؟ جب کہ اس بیوہ عورت کو شوہر کے مال سے اس کا حق مل سکتا ہے؟ محض رسم پرستی ہے اور کچھ نہیں۔

مستحق لوگوں کا نفقہ امانت ہے:

اسی طرح بیوی بچوں کا نفقہ (خرچ) واجب الادا اور امانت ہے۔ نیز محتاج والدین، بھائی، بہن اور دیگر حاجت مند رشتہ داروں کا نفقہ بھی امانت ہے اس میں کوتاہی کرنا خیانت کا مجرم بناتا ہے۔

مزدور کی اجرت امانت ہے:

مزدور کی اجرت بھی امانت ہے، مزدور سے کام لے کر اس کو اجرت نہ دینا بھی اس کی خیانت ہے اور اس کی بھی بڑی سزا ہے۔ بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن ان کا دشمن ہوں گا: ایک وہ جو وعدے کر کے اس کو توڑ دے، دوسرے وہ جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائے، تیسرے وہ شخص جو کسی مزدور سے کام لے کر اس کا اجر نہ دے۔(۱)

دینی خدام کا نفقہ امانت ہے:

اسی طرح دین کی خدمت پر جو حضرات علماء وفقہاء اور حفاظ وقراء لگے ہوئے ہیں، ان کا نفقہ قوم کے ذمہ ہے اور امانت ہے، اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا بھی خیانت ہے۔ مگر افسوس کہ آج قوم کا مزاج اس قدر فاسد اور خراب ہو چکا ہے کہ وہ ان حضرات کا خرچہ ونفقہ اپنے ذمہ امانت تو کیا سمجھتے بلکہ الٹا حضرات علماء وفقہاء پر اپنا احسان جتاتے

---

(۱) بخاری کتاب الاجارات: ۱/۳۰۲

ہیں، حالاں کہ یہ ان کی امانت ہے جس کا ادا کرنا قوم کے ذمہ لازم ہے۔

بلکہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ علماء وخدام کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ خدام دین کو بلا معاوضہ کام کرنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے تعلیقاً نقل کیا ہے کہ قاضی شریح قضاء کے کام پر اجرت لیتے تھے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنی خلافت میں بیت المال سے خرچ لیا ہے۔ (۱)

اب کیا یہ حضرات بھی نشانۂ ملامت بنائے جائیں گے؟

پھر غور یہ کرنا ہے کہ علماء وخدام دین اپنی خدمت کا معاوضہ ہرگز نہیں لیتے ہیں، بلکہ وہ اپنا کام خدا کے لیے کر رہے ہیں، اور خدا کی طرف سے ایسے خدام دین کا نفقہ مسلمانوں پر عائد کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں صاف موجود ہے:

﴿للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللّٰہ لایستطیعون ضربا فی الارض﴾ (بقرہ: ۲۷۳)

(اس میں حق ہے ان حاجت مندوں کا بھی جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں کیوں کہ وہ زمین میں محنت نہیں کر سکتے)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کے راستے میں مقید ہونے والے سے مراد طالب علم ہے اور ''زمین پر جو محنت نہیں کر سکتے'' کا مطلب یہ ہے کہ معاش کے لیے فرصت نہیں پاتے۔ (۲)

بہر حال معلوم ہوا کہ دینی خدام کا نفقہ خدا نے قوم کے ذمہ لگایا ہے، اس میں کوتاہی کرنا خیانت میں داخل ہے۔

ادائے زکوۃ میں کوتاہی

والزکوۃ مغرما: اور زکوۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے

---

(۱) بخاری کتاب الاحکام ۱۰۶۱/۲ (۲) اصلاح انقلاب ۱۹۲/۲

تو (ان عذابوں کا) انتظار و، زکوۃ کو تاوان سمجھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کو تاوان کی طرح ظلم سمجھ لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ زکوۃ جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کو ظلم سمجھنا بڑی گمراہی کی بات ہے اور اس کو تاوان سمجھنے سے ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ زکوۃ ادا نہ کرے گا۔ دوسری بات یہ ہوگی کہ اگر دے گا تو نہایت غلط طریقہ پر دے گا کیوں رضا ورغبت نہ ہوگی اور یہ سب خدا کو ناراض کرنے والی باتیں ہیں۔

زکوٰۃ کا تاکیدی حکم:

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا تاکیدی حکم اور زکوۃ نہ دینے پر سخت عذابات کی وعیدیں کس سے مخفی ہیں؟ اس لیے اس پر کسی تفصیل وتوضیح کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ ایک آیت اور ایک حدیث پیش کر دینا مناسب ہوگا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

﴿والذین یکنزون الذهب والفضة ولاینفقونهافی سبیل اللّٰه فبشرهم بعذاب الیم. یوم یحمی علیهافی نارجهنم فتکون بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذاماکنزهم لانفسکم فذوقواماکنتم تکنزون﴾ (توبہ۔۳۴۔۳۵)

(ترجمہ: اور جو لوگ سونا، چاندی جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس دن کہ (مال) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی، کہ یہ وہی ہے جس کو تم نے جمع کیا تھا، اب اس کا مزہ چکھو)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جسے مال دے اور وہ اس کی زکوۃ نہ نکالے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لیے پرانے سانپ کی شکل میں

کردیا جائے گا جس کے سر میں دو کالے نکتے ہوں گے، سانپ اس دن اس کے گلے کا طوق بنادیا جائے گا اور وہ اس کے دو جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔الخ (۱)

زکوۃ نہ دینے کا برزخی عذاب:

زکوۃ میں کوتاہی کرنے والوں پر برزخ (قبر) میں بھی عذاب ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک لمبی حدیث میں معراج کے واقعے میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا گذر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جس کے اگلے اور پچھلے حصے پر پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح جہنم کے کانٹوں دار درخت اور پھل اور جہنم کے گرم گرم پتھروں کو چر رہے تھے، پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کا صدقہ زکوۃ نہیں دیتے تھے۔(۲)

ایک عجیب واقعہ:

زکوۃ نہ دینے والے پر عذاب قبر کا ایک عجیب واقعہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ علامہ یوسف فریابی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوسنان علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے گئے، ابوسنان نے فرمایا کہ چلو ہمارے پڑوسی کے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، ان کی تعزیت کر آئیں، کہتے ہیں کہ جب اس پڑوسی کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ بہت رو رہا ہے اور ہماری تعزیت کو بھی قبول نہیں کرتا ہے، کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ کیا تو جانتا نہیں کہ موت کے بغیر چارہ نہیں کہنے لگا، ہاں جانتا ہوں مگر میں اس لیے رو رہا ہوں کہ میرا بھائی صبح وشام عذاب میں مبتلا ہے، کہتے ہیں ہم نے پوچھا کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا، کیا تجھ کو غیب پر خدا نے اطلاع دی ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن جب میں نے میرے بھائی کو دفن کردیا اور اس پر مٹی ہموار کردی، اور لوگ چلے گئے تو میں

(۱) بخاری کتاب الزکوۃ ۱/۱۸۸ (۲) کتاب الروح لابن القیم: ۵۹

نے قبر سے اچانک ایک آواز سنی کہ آہ مجھ کوانہوں نے تنہا بٹھادیا ہے کہ میں عذاب کا اندازہ کروں، میں تو نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، یہ سن کر مجھ کو بھی رونا آگیا، میں نے اس کی قبر سے مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ قبر آگ کے شعلے بھڑکا رہی ہےاور میرے بھائی کے گلے میں آگ کا طوق ہے۔ بھائی کی محبت نے مجھے ابھارا،اور میں نے اس کی گردن سے طوق اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو وہ جل گئے۔ محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ اس نے ہم کو اپنا ہاتھ دکھایا کہ وہ جل کر کالا ہوگیا ہے، پھر اس نے کہا کہ اب میں اس کے حال پر کیوں غم نہ کروں اور کیسے نہ روؤں؟ محمد فریابی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ تیرے بھائی کا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا وہ اپنے مال کی زکوۃ نہیں دیتا تھا۔(۱)

❁ زکوۃ کے بارے میں چند کوتاہیاں:

اوپر عرض کر چکا ہوں کہ زکوۃ کو تاوان سمجھنے والے اولاً تو زکوۃ ادا کرنے کے لیے ہی تیار نہ ہوں گے اور اگر تیار بھی ہوں گے تو ایسے طریقے سے ادا کریں گے جس سے معلوم ہو کہ یہ ایک ظلم سمجھ کر زکوۃ دے رہے ہیں۔ چنانچہ آئے دن دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض مالدار طبقے کے لوگ زکوۃ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ گویا وہ خدا پر احسان کررہے ہیں۔ بعض اوقات ان کی زبانوں سے بھی ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کو اپنا فرض سمجھ کر نہیں بلکہ تاوان خیال کرتے ہوئے دے رہے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اپنے پورے مال کی زکوۃ نہیں نکالتے بلکہ تھوڑی بہت نکال دیتے ہیں اور بظاہر لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم نے زکوۃ ادا کردی ہے۔ حالانکہ یہ ان کے کل مال کے عشر عشیر کی زکوۃ بھی نہیں ہوتی جیسے بعض بلکہ اکثر تجارت پیشہ لوگ ٹیکس سے بچنے کے لیے پورا حساب نہیں بتاتے اور تھوڑا بہت حساب بتا کر پیچھا چھڑاتے ہیں مگر ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ انسان،

---

(۱) کتاب الکبائر: ۳۶۔۳۷

انسان کو دھوکہ دے سکتا ہے، مگر خدا کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ بہر حال بتانا یہ ہے کہ یہ سب اسی غلط خیال کی کرشمہ سازی ہے کہ زکوۃ کو ایک ظلم سمجھ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کے دلوں کو ایمان و عمل صالح کے لیے کھول دے۔ آمین

علم دین سے دنیا کمانا

و تعلم لغير الدين:

اور علم غیر دین کے لیے حاصل کیا جائے

یعنی علمِ دین کو دین کی خاطر حاصل نہ کیا جائے بلکہ دین سے ہٹ کر دوسرے اغراض و مقاصد کے تحت اس کو حاصل کیا جائے، خواہ وہ مال و دولت کے لیے ہو یا جاہ و حشمت کی خاطر، حکومت و سلطنت اس کا مقصد ہو یا نام و نمود و شہرت۔ اس سے معلوم ہوا کہ علمِ دین حاصل کرنے والے کا مقصد صرف دین ہونا چاہئے۔ دین سے ہٹ کر کسی اور مقصد کے تحت وہ علمِ دین حاصل کرتا ہے تو وہ ان عذابات کا مستحق ہے جن کا ذکر درج بالا حدیث میں کیا گیا ہے۔

دنیا طلب عالم کا حشر:

اور ان دنیا طلب علماء کا حشر بہت بُرا ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ علماء سے مناظرہ بازی کرے یا جاہلوں سے جھگڑے یا لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کریں گے۔ (۱)

ایک حدیث میں تین شخصوں کا ذکر ہے جن کو باوجود نیک عمل کرنے کے جہنم میں جھونکا جائے گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو بہت بڑا عالم و قاریِ قرآن ہوگا، اس کو

---

(۱) مشکوۃ المصابیح: ۳۴

حاضر کر کے پوچھا جائے گا کہ تونے کیا عمل کیا؟ وہ اپنی کارگزاریاں سنائے گا، اس سے کہا جائے گا تو جھوٹا ہے، تونے یہ سب نیک عمل اس لیے کیا تھا کہ تجھ کو بڑا عالم کہا جائے، لہٰذا یہاں تیرا کچھ حصہ نہیں، پھر اس کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔(۱)

علماء سو کی مذمت:

علماء دنیا جن کو علماء سوء کہا جاتا ہے آج معاشرے میں گندگی پھیلاتے اور دین کے نام پر خرافات جاری کرتے نظر آتے ہیں، اور اس کارروائی سے ان کا مقصود صرف دنیا اور دنیا کی فانی و مادی چیزیں، دنیا کی محبت وجاہ کی طلب نے ان کو دین میں خرابی و فتور پیدا کرنے پر ابھار دیا ہے، حتیٰ کہ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو کہنا پڑا کہ ہر ضعف و کمزوری جو اس زمانے میں امور شریعت میں واقع ہوئی ہے اور دین کی تقویت و ملت کی ترویج میں فتور واقع ہوا ہے یہ علماء سو کی نحوست اور ان کی نیتوں کے فساد سے ہے۔(۲)

یہ علماء سو دین کی ترویج کے بجائے، اپنے جذبہ بد کی تسکین کے لیے خرافات کی ترویج کرتے ہیں، دین میں بدعات پیدا کرتے ہیں اور اس پر موضوع و من گھڑت روایات پیش کر کے عوام کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں، علماء آخرت سے لوگوں میں بدظنی پیدا کرتے ہیں اور غنی و مالدار لوگوں سے چاپلوسی سے پیش آتے ہیں، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں، ان کے پاس بھلے بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے علم کو اور ساتھ ہی دوسرے علماء کو ان دنیاداروں کے سامنے ذلیل ورسوا کرتے ہیں۔ یہی وہ علماء سوء ہیں جن کے بارے میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ بدترین علماء وہ ہیں جو امیروں کے پاس آتے ہیں۔(۳)

(۱) کتاب الکبائر:۱۴۳ (۲) المنتخبات من المکتوباب :۵ (۳) ابن ماجہ کذافی احیاء العلوم للغزالی ا......۶۸

اورحضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ وہ امیروں سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے دور رہو کیوں کہ وہ (عالم نہیں) چور ہے۔ (۱)

اورحضرت سفیان نے فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں صرف ان علماء کا ٹھکانہ ہوگا جو بادشاہوں کی زیارت (دنیا حاصل کرنے کے لیے) کرنے والے ہیں۔ (۲)

ایک عبرتناک واقعہ:

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص خدمت کیا کرتا تھا، وہ لوگوں سے بیان کرتا تھا کہ مجھے موسیٰ صفی اللہ نے یہ بات بتائی، کبھی کہتا کہ مجھے موسیٰ کلیم اللہ نے، موسیٰ نجی اللہ نے یہ خبر دی، اس طرح لوگوں کو سنا سنا کر اس نے خوب مال و دولت جمع کر لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ اس کو مفقود پایا، اور لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھنا شروع کیا مگر اس کی کچھ خبر نہ ملی، پھر اچانک ایک دن ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں خنزیر (سور) تھا اور سور کے گلے میں کالی رسی بندھی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آنے والے سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو بہت دنوں سے نظر نہیں آرہا تھا کہ فلاں کو تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا اے حضرت! یہ سور وہی شخص ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا کہ اے اللہ اس کو اپنی اصلی حالت پر لوٹا دے تاکہ میں اس سے اس کے مسخ ہو جانے کی وجہ دریافت کرلوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر تم مجھے ان تمام ناموں سے پکارتے جن سے آدم اوران کے بعد کے انبیاء نے مجھ کو پکارا تب بھی میں یہ دعا قبول نہ کرتا، لیکن میں اس

(۱) ایضا (۲) ایضاً

کی وجہ بتا دیتا ہوں کہ میں نے اس کو مسخ کیوں کیا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا تھا۔(۱)

علماء کی دنیا طلبی کے برے اثرات:

علماء سو کی دنیا طلبی نے معاشرے پر جو اثرات چھوڑے ہیں، ان کی فہرست تو بڑی طویل ہے، ان کی تفصیلات پیش کرنے کا یہ موقع نہیں، البتہ یہاں ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ کہ ان دنیا طلب بلکہ دنیا پرست علماء سو کی مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے لوگوں نے اور خاص طور پر مالدار لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ علماء انہی دنیا کے کتوں کا نام ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ بھی اور دوسرے علماء ربانیین کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنے لگے جو ایک کتے کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے کتے برابر ان دنیا داروں کو چاٹتے رہتے ہیں جوں جوں ان کو تھتکارا جاتا ہے۔

اس صورت حال نے ایک طرف دنیا داروں کو نہ صرف یہ موقع دیا کہ وہ ان علماء سو کو برا کہتے بلکہ انہیں یہ موقع بھی ہاتھ آیا کہ علماء ربانیین اور خود دین اسلام کو بھی برائی سے یاد کریں اور اسلام کو بری نگاہوں سے دیکھیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج مساجد میں علماء احکام اسلام کے نہیں بلکہ مسجد کے صدر وسکریٹری ودیگر اراکین کے تابع فرمان وخادم وغلام بنے ہوئے ہیں، سمجھا یہ جاتا ہے کہ یہ علماء محض اپنی ضروریات زندگی کی خاطر امامت، خطابت وتعلیم وتدریس کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھنے والے انہی علماء سوء کی حرکتوں سے یہ سمجھتے ہیں، لہٰذا ایک نوکر سے زیادہ ان کی وقعت وعظمت دلوں میں نہیں ہے۔

اے کاش! کہ یہ علماء سوء خدا پر توکل واعتماد کی دولت سے مال مال ہوتے اور دنیا اور دنیا پرستوں سے اپنے آپ کو مستغنی کر لیتے تو آج یہ ذلت ورسوائی ہرگز نہ

(۱) احیاء العلوم ۱/۶۲

ہوتی اور بجائے اس کے کہ علماء امراء کے پاس جاتے، امراء علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس کو فخر سمجھتے اور اس سے خود اپنا وقار بھی رہتا اور اسلام و شریعت کا وقار بھی قائم رہتا۔

شیخ جیلانیؒ کا ملفوظ:

آخر میں ان دنیا پرست علماء کے متعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک ملفوظ ان کی مجالس سے نقل کرتا ہوں جس میں آپ نے ان علماء سے خطاب فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

''اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت؟ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے بندگان خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں (مبتلا) ہو، یہ نفاق کب تک رہے گا؟ اے عالمو! اے زاہدو! شاہان وسلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہو گے کہ ان سے دنیا کا زر و مال اور اس کی شہوات و لذات لیتے رہو۔(۱)

بیوی کی خاطر ماں کی نافرمانی

واطاع الرجل امراته وعق امه:

اور مرد اپنی عورت کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے

یہاں دو جملہ ہیں ایک اپنی عورت کی اطاعت کرنا، دوسرا ماں کی نافرمانی کرنا۔ یہ ظاہر ہے کہ مطلقاً اپنی بیوی کی بات ماننا اور اس کے مطابق چلنا ناجائز نہیں ہے بلکہ بیوی کی ان باتوں کو ماننا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے جو گناہ اور معصیت ہوں، اس لیے یہاں جس چیز کی برائی و مذمت بیان کرنا مقصود ہے۔ وہ ان دونوں جملوں کو ملانے سے ظاہر ہوگی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کی ایسی اطاعت کرنا جس سے ماں کی نافرمانی لازم آتی ہو، ناجائز ہے اور اس پر مذکورہ عذابات نازل ہوں گے۔

(۱) خطبات غوثیہ مجلس:۵۱/۴۴۵

﴿﴾ فرمانبرداری ونافرمانی کے جواز وعدم جواز کا معیار:

اس جملہ کے مضمرات پر بحث کرنے سے پہلے یہ جان لیناضروری ہے کہ اسلام میں کسی کی فرمانبرداری ونافرمانی کے جائز ہونے یاناجائز ہونے کا معیار کیاہے؟ سواس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ کسی کی وہ فرمانبرداری ونافرمانی جائز ہے جس سے خدا کی معصیت لازم نہیں آتی ہو، اور ہروہ فرمانبرداری ونافرمانی ناجائز وحرام ہے جس سے خدا کی معصیت لازم آتی ہو، جیسے والدین اگرحکم دیں کہ نماز نہ پڑھوتواس میں ان کی فرمانبرداری ناجائز ہے کیونکہ نماز نہ پڑھنے سے خدا کی معصیت لازم آتی ہے۔اوراگر والدین کہیں کہ شراب پیوتواس میں ان کی نافرمانی جائز ہے، کیوں کہ اس سے بھی خدا کی معصیت لازم آتی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق

کہ خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔(۱)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ نہ تو مطلقاً بیوی کی اطاعت ناجائز ہے اور نہ مطلقاً ماں کی نافرمانی ناجائز ہے، بلکہ بیوی کی وہ اطاعت ناجائز ہوگی جس سے خدا کی نافرمانی لازم آتی ہو،اوراسی طرح ماں کی وہی نافرمانی ناجائز ہوگی جوخدا کی معصیت تک پہنچانے والی ہو۔لہٰذا حدیث زیر بحث میں عورت کی اطاعت وماں کی نافرمانی سے وہی اطاعت ونافرمانی مراد ہے جس سے خداوندقدوس کی نافرمانی ہوتی ہے، یہ وہ بات ہے جس پرقرب قیامت میں خدا کے عذابات نازل ہوں گے۔

﴿﴾ معاشرے کی دوبیماریاں:

غرض یہ کہ اس حدیث نے بتایا کہ بیوی کی ایسی خاطرداری جس سے ماں کی

(۱) اس معنی کی بہت سی حدیثیں آئی ہیں، دیکھو فتح الباری:۱۲۳/۱۳

ایسی نافرمانی لازم آئے جو شریعت میں ناجائز ہو، یہ حرام ومعصیت اور عذاب کا باعث ہے۔ مگر افسوس کہ آج کے نوجواں طبقے میں یہ بیماری عام ہوتی جارہی ہے، نفسانی خواہشات کے غلبہ اور شیطانی وساوس کے تسلط نے ان کو اندھا کردیا ہے۔ وہ حق وناحق کے سمجھنے اور صحیح وسقیم میں امتیاز کرنے کی صلاحیت واستعداد سے محروم ہو چکے ہیں، وہ اُجلا دیکھ کر اچھلتے ہیں اور پیلا دیکھ کر پھسلتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات انسان کے لیے انتہائی ذلت وپستی کی ہے کہ وہ صرف نفسانی خواہشات کا پیرو ہو جائے اور بندوں کے وہ حقوق جو خداوند قدوس نے مقرر کیے ہیں ان سے غافل ہو جائے۔

اسلام نے ماں کے حقوق بتائے ہیں، ان میں سے ایک حق اس کی فرمانبرداری ہے اور اس کی نافرمانی گناہ اور معصیت ہے بلکہ بخاری کی حدیث کے مطابق یہ گناہ کبیرہ ہے۔ (۱)

اب اگر کوئی شخص ماں کی فرمانبرداری سے اس لیے دستکش ہوتا ہے کہ کہ بیوی کی خاطرداری کرے، تو یہ سخت ترین گناہ اور معصیت ہے لیکن یہ یادرہے کہ مراد بیوی کی وہ خاطرداری ہے جس سے والدہ کی شرعی قاعدے سے نافرمانی لازم آئے۔

الغرض معاشرے میں ایک مہلک وخطرناک بیماری نوجوان طبقے میں پھیلتی جارہی ہے کہ وہ بیوی کی اطاعت وخاطرداری میں والدہ کی نافرمانی کرنے اور اس سے بغاوت کرنے کے جذبات سے بھرپور ہیں۔

اور اس کے بالمقابل معاشرے میں ایک اور بیماری بھی پھیلتی جارہی ہے اور اس نے اپنی جڑیں زمین قلب میں کسی قدر جمادی ہیں، اور وہ ہے بیوی کے جائز مطالبات وواجب حقوق کو ماں کی فرمانبرداری میں تلف کردینا معلوم ہونا چاہئے کہ

---

(۱) بخاری کتاب الادب: ۸۸۴/۲

جیسے پہلی بیماری خطرناک ہے اور معاشرے کو فاسد وخراب کر دینے والی ہے، اسی طرح یہ دوسری بیماری بھی معاشرے کو بدبودار اور گندہ کر دینے والی ہے۔

ایک عام غلطی کا ازالہ:

اس سلسلے میں، میں یہ عرض کر دینے میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتا کہ جس طرح پہلی بیماری کا سبب نوجوان طبقے میں خواہشات نفسانی کا غلبہ اور وساوس شیطانی کا تسلط ہے۔اسی طرح اس دوسری بیماری کا سبب بڑوں اوران نوجوانوں کے سرپرستوں کی بے رحمانہ ومجرمانہ رعب داری وخدا اور سول کے احکام سے سرکشی ہے۔

عام طور پر یہ بات دلوں میں رچ بس گئی ہے کہ بیوی کی خاطر داری اور اس کی بات ماننا اور اس کے کسی مطالبے کو پورا کرنا ناجائز ہے، اور جوایسا کرے وہ ''جورو کا غلام'' ہے مگر یہ خیال خود غلط اور باطل ہے۔اوپر عرض کر چکا ہوں کہ بیوی کی وہ اطاعت تو ضرور ناجائز ہے جس سے خدا کی معصیت لازم آتی ہو، مگر مطلقاً اور ہر بات میں اس کی اطاعت ناجائز نہیں،خود رسول کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ پر عمل کیا ہے۔(۱)

اور بعض حدیثوں میں جو آیا ہے کہ عورت کی بات ماننا آخر کار ندامت ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بے جا اور ناجائز امور میں عورتوں کی اطاعت شرمندگی کا باعث ہے،جیسا کہ علامہ ملاعلی قاریؒ نے فرمایا ہے۔(۲)

غرض یہ کہ عورت کی بات ماننا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

اس طرح اس کی خاطر داری اور اس کے جائز مطالبات کا پورا کرنا ناجائز تو کیا

---

(۱) حیاۃ الصحابہ:۱/۱۳۲ (۲) موضوعات کبیر:۴۳۔اس روایت کو ابن عدی اور عقیلی نے روایت کیا ہے۔ ابن الجوزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے مگر ملاعلی اور سیوطی اس کو موضوع قرار نہیں دیتے۔ دیکھو اللآلی المصنوعہ:۲/۱۷۴

بلکہ خوبی کی بات ہے۔حدیث میں عورتوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا گیا ہےاور حقوق واجبہ کا پورا کرنا تو مرد پر لازم ہے،اس میں کمی وکوتاہی کرنا تو گناہ کی بات ہےاوراس سلسلے میں والدین کی اطاعت بھی ناجائز ہے۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''ازالۃ الرین'' میں فرماتے ہیں:

'' جوامر شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں، اس میں ان کی اطاعت جائز بھی نہیں، واجب ہونے کا تو کیا احتمال ہے۔مثلاً اس شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس کو جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دےاور ماں باپ پر خرچ کرےاور مثلاً بیوی کا حق ہے وہ شوہر سے ماں باپ سے جدا رہنے کا مطالبہ کرے، پس اگر وہ اس کی خواہش کرےاور ماں باپ اس کو شامل رکھنا چاہیں تو شوہر کو جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو شامل رکھے بلکہ واجب ہوگا کہ اس کو جدا رکھے''۔(۱)

نیز اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے اصلاح انقلاب دیکھئے۔

❁ راہ اعتدال:

بتانا یہ ہے کہ معاشرے میں ایک طرف بعض لوگ ماں کی نافرمانی کرکے خدا کی معصیت کے مرتکب ہورہے ہیں تو دوسری طرف بعض والدین کے اطاعت شعار لوگ بیوی کے حقوق کو تلف کرکے معصیت کے مرتکب ہورہے ہیں،اور یہ دونوں باتیں دراصل بےاعتدالی کی ہیں۔راہ اعتدال یہ ہے کہ خدا کے مقرر کردہ بندوں کے حقوق پورے کئے جائیں،خواہ وہ ماں کے ہوں یا بیوی کے،اس سے خدا راضی ہوگا۔اگرچہ ممکن ہے کہ معاشرے کی خباثتوں کے خوگر اوراس کے خرافات میں جکڑے ہوئے لوگ اس کو بھی غلط ہی قرار دیں اوراس سے راضی نہ ہوں لیکن راضی

---

(۱)ازالۃ الرین:۸

تو خدا کو کرنا چاہئے نہ کہ مخلوق کو، اس لیے سلامتی کا اور اعتدال کا راستہ یہی ہے کہ اس کو خوش کرنے کی کوشش کرے۔

دوست کو قریب کرنا اور باپ کو دور کرنا

وادنی صدیقه واقصی اباه:

اور جب دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے

معلوم ہونا چاہئے کہ دوست اور ساتھی سے محبت والفت، اس کے ساتھ احسان وسلوک، کوئی ناجائز بات نہیں ہے، البتہ دوست سے تعلقات اور محبت والفت باپ کے حقوق سے غفلت کا سبب بن جائیں تو بلاشتہ یہ بری اور غلط بات ہے اسی کو یہاں بتانا مقصود ہے، اور باپ کو دور کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس کے حقوق ادا نہ کئے جائیں۔

مسجد میں شور وشغب کرنا

وظهرت الاصوات فی المساجد:

اور مساجد میں شور وشغب کرنا

یعنی دنیاوی باتیں، لڑائی جھگڑے وغیرہ سے مسجدوں کے احترام وتقدس میں فرق پیدا کیا جائے۔ یہ بھی سخت ترین معصیت وگناہ ہے۔

مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں، جو عبادت وبندگی، تسبیح وتہلیل، تعلیم وتبلیغ اور دینی کاموں کے لیے موضوع ہیں۔ وہاں شور وشغب کرنا، ان کے احترام وتقدس کے خلاف ہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بازار کی طرح مسجد میں شور کرنے سے پرہیز کرو۔(۱)

(۱) مشکوٰۃ: ۹۸

بخاری میں ہے کہ دو شخصوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کیونکہ وہ مسجد میں شور کررہے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان سے پہلے یہ پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم مدینہ کے ہوتے تو تم کو اتنا مارتا کہ درد ہوجاتا، تم اللہ کے رسول کی مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو؟ (۱)

مسجد میں شور کی صورتیں:

مسجد میں شور اور آواز کا بلند کرنا جس سے اس حدیث میں ڈرایا گیا ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہاں دنیاوی باتیں کی جائیں، علماء نے مباح کلام کو بھی مسجد میں مکروہ لکھا ہے۔ (۲)

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہاں ہنسی مذاق کیا جائے یا دینی باتیں ہی بے وجہ زور زور سے کہی جائیں، علماء نے تو بے وجہ ذکر میں بھی آواز بلند کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (۳)

نیز مسجد میں خرید وفروخت کرنا بھی اس شور وشغب میں داخل ہے۔ اسی طرح دعا میں بے وجہ زور زور سے چیخنا بھی اس میں داخل ہے۔ اور یہ ایک بدعت ہے۔ (۴)

دعا میں جہر کے سلسلے میں احقر کا رسالہ ''دعاء سری وجہری پر محققانہ نظر'' ملاحظہ فرمایئے۔ اسی طرح بعض مساجد میں اسپیکر کے ذریعہ کسی کے مرنے کی اطلاع واعلان کیا جاتا ہے یہ بھی اس میں داخل ہے اور غلط ہے۔ اس کی تفصیل میرے دوسرے رسالے ''سفر آخرت کے اسلامی احکام'' میں درج ہے۔ نیز رمضان میں افطار کے وقت جو ہنگامہ مساجد میں ہے ہوتا ہے یہ بھی اس وعید کا باعث ہے۔ لہٰذا یہ بھی منکر ہے اس کی تحقیق میں نے رسالہ ''منکرات رمضان'' میں کی ہے۔

(۱) بخاری کتاب الصلوٰۃ: ۶۷/۱ (۲) درمختار مع شامی: ۶۶۲/۱ (۳) ایضاً (۴) روح المعانی: ۱۳۹/۸

بعض دینداروں کی بد دینی:

یہ حدیث بتاتی ہے کہ مسجدوں میں شور وشغب نہایت بری چیز اور موجب عذاب گناہ ہے۔ مگر افسوس کہ بعض دیندار لوگ نمازوں کے بعد مسجدوں میں باتیں کرنے اور شعور کرنے کے عادی ہیں اور جونہی نماز ہوئی، باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ان کے باز و نمازی نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ مگر ان کو اس کا خیال تک نہیں رہتا، اور جب کوئی ان کو تنبیہ کرتا ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم دین کی باتیں کر رہے ہیں، اگر واقعۃً دین کی باتیں کر رہے ہیں تب تو خیر ورنہ صرف دوسرے کو خاموش کرنے کے لیے یہ بہانہ بنانا آخرت میں رسوائی کا موجب ہوگا۔

بہرحال بتانا یہ مقصود ہے کہ مسجدوں کو مسجد کے کاموں میں استعمال کرنا چاہئے نہ کہ اس کے خلاف کاموں میں، ورنہ خداوند قدوس کی طرف سے عذاب کا سلسلہ جاری ہوگا۔

نااہل کی سرداری وقیادت

وساد القبلیة فاسقهم وکان زعیم القوم ارذلهم،

''جب قبیلہ کی سرداری ان کا فاسق کرے اور قوم کا سربراہ ان کا رذیل آدمی ہو جائے''۔

پہلے جملے میں قبیلہ جو قوم کی نسبت سے چھوٹا اور محدود ہوتا ہے، اس کی سرداری وقیادت کے لیے فاسق کے آگے بڑھنے یا بڑھانے کی برائی ہے اور دوسرے جملے میں قوم پر حکومت وسیادت کے لیے ارذل انسان کو آگے کرنے یا کسی کو آگے بڑھنے کی حرمت کا بیان ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی بھی چھوٹی یا بڑی سرداری وسیادت کے لیے نااہل شخص کو آگے بڑھنا یا بڑھانا قیامت کی نشانی وعلامت ہے۔

بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جانے لگے تو تم قیامت کے منتظر رہو، صحابہ نے پوچھا کہ امانت کا ضائع کرنا کیا ہے؟ فرمایا کہ جب نا اہل کے ذمہ کوئی کام کیا جائے تو قیامت کے منتظر رہو۔(۱)

اس میں بتایا گیا ہے کہ نا اہل کو کوئی ذمہ داری دینا امانت کو ضائع کرنے کے برابر ہے اور یہ قیامت کی نشانی ہے۔

نا اہلوں کا تسلط:

آج دیکھا جا رہا ہے کہ ہر عہدے ومنصب پر نا اہل لوگ مسلط ہیں یا ان کو مسلط کیا گیا ہے، سیاسی عہدوں سے لے کر دینی ومذہبی عہدوں تک ہر جگہ نا اہل لوگوں کا قبضہ وتسلط ہے یا دوسرے لوگ ان کو مسلط کیے ہوئے ہیں۔

سیاسی عہدوں پر فائز نا اہل لوگوں کے متعلق کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے، ان کی نا اہلی سب پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔

مساجد میں دیکھو تو نا اہل امام ومؤذن ملیں گے، جن کو قرآن تک صحیح پڑھنا نہیں آتا، نماز کے مسائل تک سے ناواقف، اذان کے احکام سے بے خبر وجاہل، عمل وتقویٰ سے عاری وکورے۔ مگر لوگ ہیں کہ ان کو اپنا امام بنائے ہوئے ہیں اور اپنی نمازیں غارت کر رہے ہیں۔

مساجد کے ذمہ داروں کو دیکھو جو اپنے آپ کو امام کا بھی امام سمجھتے ہیں اور امام کو اپنا غلام خیال کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی نا اہلی کا جواب نہیں رکھتے، علم دین سے کورے، عمل سے عاری، باطن سے لے کر ظاہر تک ان کا فاسد وخراب، نماز تک سے دست بردار، خدا اور سول کے باغی، خرافات وبدعات میں ملوث، فحش کاریوں وبے حیائیوں کے عادی، غرض یہ کہ یہ نہایت ہی نا اہل ہوتے ہیں، حالانکہ علماء نے تولیت

(۱) بخاری: ۲/ ۹۶۱ و ۱/ ۱۴

وذمہ داریٔ مسجد کے لیے جو شرائط لکھے ہیں ان میں یہ بھی ہیں کہ وہ امانت ودیانت سے متصف ہو، فاسق وفاجر نہ ہو اور متولی بننے کا خواہشمند وطالب نہ ہو۔(۱)

اور یہ لوگ سیاسی عہدے بازوں کی طرح متولی بننے یا رکن مسجد بننے کے لیے ووٹ کے غیر شرعی طریقہ پر اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔

بعض لوگ وعظ وتقریر کا مشغلہ اپناتے ہیں حالانکہ یہ عالم نہیں ہوتے بلکہ کچھ ادھر ادھر سے قصے کہانیاں، بے سند و بے اصل حدیثیں، قرآنی آیات کا خود ساختہ غلط ترجمہ یاد کرکے اس کو پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی اس حدیث کا مصداق ہے۔

الغرض آج ہر جگہ نظر آتا ہے کہ نااہل لوگوں کا تسلط ہے، یہ بڑی بری بات اور بڑا سخت گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سیاست سے لے کر مذہب تک ہر چیز میں فتور قصور نظر آرہا ہے۔ اگر ہر جگہ قابل ولائق لوگ جمع ہو جائیں تو پھر یہ فتور وقصور بھی ختم ہوکر اس کی جگہ بھلائی وخوبی پیدا ہو جائے۔

شرپسندوں کا اکرام

واکرم الرجل مخافة شره:

اور آدمی کا اکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے

مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں شرپسندی وایذارسانی کا اس طرح مادہ وجذبہ پیدا ہو جائے کہ ان کے شر سے بچنے کے لیے دوسرے لوگوں کو ان کا اکرام کرنا پڑے، اگر اکرام نہ کیا گیا تو ان کی شرپسندی وغنڈہ گردی وایذارسانی کا جذبہ، ان کو مجبور کرے گا کہ ان کو تکلیف وایذا پہنچاؤ۔

حاصل یہ ہے آدمی کا اکرام اس کے علم وعمل، تقویٰ وبزرگی، شرافت وسیادت، اوراخلاق وتہذیب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی غنڈہ گردی اور شر کے خوف سے کیا

(۱) دیکھو شامی علی الدر: ۴/۳۸۰ و ۴/۴۲۲

جائے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ عذابات آنے والے ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

معاشرے میں غنڈہ گردی کی کثرت:

آج اپنے معاشرے پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر دیکھو کہ کیا اس میں یہ بات نہیں پیدا ہوگئی ہے؟ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج عزت وعظمت ان لوگوں کو دی جارہی ہے جو لوگوں پر ظلم ڈھا کر لوٹ مار کر کے کسی عہدے پر فائز ہو گئے ہیں یا مال ودولت کے انبار لگا لئے ہیں، اوران سیاسی غنڈوں یا دوسرے شرپسندوں کی یہ عزت وعظمت بھی محض اس بناء پر ہے کہ اگر ان کا اکرام نہ کیا گیا تو خوف ہے کہ اپنی غنڈہ گردی اور شرپسندی سے کوئی تکلیف نہ پہنچادیں، ورنہ دلوں سے کوئی ان کا اکرام نہیں کرتا، بلکہ یہ ظاہری اکرام بھی درست نہیں ہے۔

حدیث کا منشا:

حدیث کے اس ٹکڑے میں غور یہ کرنا ہے کہ کس چیز کی مذمت وبرائی بیان کرنا مقصود ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شرپسندی وغنڈہ گردی کی ہی نہیں بلکہ غنڈوں وشرپسندوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرنے کی بھی برائی بیان کرنا مقصود ہے بلکہ یہاں اصل مقصود یہی ہے۔ کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ جب آدمی کا اکرام اس کے شر کے خوف سے کیا جائے، معلوم ہوا کہ یہاں جس کی برائی بیان کرنا مقصود ہے وہ ایسے شخص کا اکرام ہے جو شر پھیلانے والا ہو، لہٰذا ایسے شخص کا اکرام کرنا گناہ اور موجب عذاب وگناہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے اس شخص کے جذبہ شرانگیزی کو تقویت حاصل ہوگی اور وہ اس میں اور پختہ ہو جائے گا اور اس کا شر تجاوز کرتے کرتے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اسی لیے اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ **انصر اخاک ظالما اومظلوما** کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ

مظلوم ہے، ہم اس کی مدد تو کردیں گے، لیکن ظالم کی مدد کیوں کر کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ ظالم کے ہاتھوں کو (ظلم کرنے سے) پکڑلو۔ (۱)

شر کو ختم کردینا ضروری:

معلوم ہوا کہ ظالم کو ظلم سے روکنا ضروری ہے تا کہ معاشرے میں ظلم کی اندھیری اور شر کی نحوست نہ پھیلے اور قرآن کریم میں جو یہ فرمایا کہ:

﴿ لاتر کنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ﴾

کہ ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ کہیں تم کو آگ نہ پکڑ لے۔

اس سے سدیؒ اور ابن زیدؒ کے نزدیک مراد یہ ہے کہ ظالموں کے ساتھ مداہنت نہ کرو۔ (۲)

کیونکہ اس مداہنت کا نتیجہ وہی نکلے گا جس کا اوپر ابھی ذکر ہوا کہ معاشرہ ظلم وشر سے مملو ہوگا اور یہاں جینا دوبھر معلوم ہوگا۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ان شرپسندوں اور فتنہ پروروں کے شر وفتنہ، ان کے ظلم وجور کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، ان سے مداہنت کرنا اور اپنی ذات کی بھلائی کی خاطر پورے معاشرے کو ظلم کی آگ میں جھونکنے کے لیے تیار ہوجانا صریح نفس وتن پروری اور قوم کشی ہے جس کا مرتکب سخت گنہ گار ہے۔ اسی لیے حدیث میں اس فعل پر سخت عذابات کی دھمکی دی گئی ہے۔

گانے بجانے کی کثرت

وظہرت القیان والمعازف:

اور گانے والیاں اور گانے بجانے کے سامان زیادہ ہوجائیں

قیان قینۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گانے والی عورت۔ اور معازف معزف

(۱) بخاری: ۱/۳۳۱ (۲) الکبائر: ۱۱۱

ومعزفۃ کی جمع ہے، آلات لہو ولعب کو کہتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ گانا، بجانا اور اس کے آلات وسامان کی زیادتی بھی علامات قیامت میں سے ہے اور سخت گناہ کی بات ہے ۔آج یہ مصیبت بھی سب سے زیادہ عام ہوگئی ہے، ہر گھر ودوکان ، ہر مجلس وبیٹھک گانوں بجانوں کی آواز سے مسموم رہتی ہے، اس لیے ہم کسی قدر تفصیل سے اس پر کلام کریں گے۔

گانا، بجانا قرآن کی نظر میں:

سب سے پہلے قرآن کریم کو مدنظر رکھنا، مسلمان کا فریضہ ہے، اس میں گانے بجانے کے سلسلے میں اگر چہ بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں ،مگر ہم یہاں چند پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) ومن الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھاھزوااولئک لھم عذاب مھین. (لقمان:٦)

(اور بعض لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اور اس کو مذاق بنالیں،ان کے لیے ذلت والا عذاب ہے)

اس آیت میں لہوالحدیث سے مراد کیا ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں اور اکثر علماء کے نزدیک اس سے گانا ، بجانا مراد ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مردی ہے کہ اس سے مراد غنا (گانا، بجانا) ہے۔(۱)

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے بھی مردی۔(۲)

اور اس کے خریدنے سے مراد گانے والی عورت کو یا مرد کو یا ایسے آلات کو خریدنا ہے۔آج اگر چہ گانے والی عورت ومرد کو خریدنا بہت زیادہ رائج نہیں ہے تاہم

(۱) روحالمعانی:۲۱/ ٦٧،عوارف المعارف ::۱۱۴مندرجہ ملحق الاحیاء، کف الرعاع لابن حجر مکی: ۲۷۲،طبع ترکی مع دیگر کتب (۲) روح المعانی:۲۱/ ٦٧

یہ کسی قدر رائج ہے، چنانچہ فلم ساز اداروں میں یہ بات آج بھی رائج ہے اور آلات لہو جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، وی سی آر وغیرہ خریدنا تو سب جانتے ہیں، بہت ہی عام ورائج ہے۔یہی اس آیت سے مراد ہے۔ان چیزوں کو خریدنے والوں پر اللہ کی طرف سے ذلت والا عذاب نازل ہوگا، خواہ دنیا میں نازل ہو یا آخرت میں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کام پر عذاب کی دھمکی دیں وہ کوئی اچھا کام تو نہ ہوگا بلکہ برا اور نہایت قبیح کام ہوگا۔

(۲)﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک﴾ (سورہ اسراء:۶۴)
(اللہ تعالیٰ شیطان سے فرماتے ہیں (تو جس کو بہکا سکتا ہے اپنی آواز سے بہکا لے)

اس آیت میں شیطان کی آواز سے مراد گانا بجانا ہے جیسا کہ حضرت امام مجاہدؒ سے منقول ہے۔(۱)

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ گانا بجانا شیطان کی آواز ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اسی اپنی آواز سے شیطان سب سے زیادہ انسان کو بہکاتا ہے۔قرطبی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے ہابیل کی اولاد کو پہاڑ کے اوپر کے حصے میں ٹھہرایا تھا اور قابیل کی اولاد کو پہاڑ کے نیچے ٹھہرایا اور ان میں حسین لڑکیاں بھی تھیں، شیطان نے بانسری بجانا شروع کردی، اس کی آواز سے متاثر ہوکر اوپر والے نیچے اتر آئے اور زنا کر بیٹھے۔(۲)

معلوم ہوا کہ شیطان لعین اپنی اس ناپاک آواز سے انسان کو سب سے زیادہ

(۱)عوارف المعارف:۱۱۴، روح المعانی:۱۵/ ۱۱۱، تفسیر قرطبی:۱۷/ ۲۸۸
(۲)تفسیر قرطبی:۱۷/ ۲۸۸

کامیاب طریقے سے بہکاتا ہے اور جو شیطان کی آواز ہو اور اس کا خاص حربہ ہو، وہ ممنوع کیوں نہ ہوگا؟

﴿وانتم سمدون﴾ (النجم: ٦١)

اور تم لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہو

اس آیت میں لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ اس میں غفلت میں پڑ جانے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم گانے بجانے میں مشغول ہو۔ (١)

اور بطور توبیخ وزجر کہا گیا ہے ۔معلوم ہوا کہ انسان کو گانا بجانا غفلت میں مبتلا کر دیتا ہے اور یہ کہ غفلت قابل مواخذہ وجرم ہے۔ لہٰذا گانا بجانا بھی حرام وناجائز ہے۔

۞ گانا، بجانا حدیث کی نظر میں:

اس سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے چند احادیث نقل کرتے ہیں۔

(١) حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دینے والا اور مومنین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے آلات واسباب، صلیب اور جاہلی رسومات کو ختم کردوں اور مٹادوں۔ (٢)

(٢) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں میری امت میں سے ایک قوم بندر اور سور کی صورت میں مسخ کردی جائے گی۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ مسلمان ہوں گے؟ فرمایا ’’ہاں‘‘ وہ لوگ اللہ

---

(١) عوارف المعارف: ١١٤، تفسیر قرطبی: ١٢٣/١٧ (٢) کف الرعاع: ٤

کی توحید اور میری رسالت کی شہادت دیتے ہوں گے اور روزے رکھتے ہوں گے، صحابہ نے پوچھا کہ پھر وہ ایسا کیوں کردیے جائیں گے؟ فرمایا وہ گانے بجانے کی چیزوں، گانے والیوں اور دف کو اختیار کرنے والے ہوں گے اور شرابیں پیں گے، پس وہ شراب پر اوران کھیلوں پر رات گزاریں گے جب صبح کریں گے تو ان کی صورتیں مسخ ہوگئی ہوں گی۔(۱)

(۳) رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے نوحہ کرنے والا اور گانے والا شیطان ابلیس ہے۔(۲)

ان احادیث سے بھی گانے بجانے کی حرمت ومذمت بہت ہی واضح انداز سے ثابت ہوتی ہے،ایک مسلمان کے لیے یہ چند حدیثیں بہت کافی ہیں۔

ٹیلی ویژن اور ویڈیو کی حرمت:

اوپر کی تفصیلات کو پڑھیے اور غور کیجیے کہ آج یہ گانے بجانے کی بیماری ومصیبت جس پر اتنی سخت وعیدیں آئی ہیں، کس قدر معاشرے میں فروغ پا رہی ہیں اور اس کو کس درجہ لازم وضروری قرار دے لیا گیا ہے؟ اور افسوس کیجیے، خصوصاً دور حاضر میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو کی کثرت کے ساتھ اشاعت وترویج نے، پورے معاشرے کو جس طرح بدبودار اور نجس کردیا ہے، یہ بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ حدیث زیر بحث میں معازف کا جو لفظ آیا ہے وہ ہر لہوولعب کی چیز کو عام وشامل ہے۔ لہٰذا اس میں ٹیلی ویژن وویڈیو بھی داخل ہوکر حرام وممنوع قرار پائیں گے بلکہ دوسری چیزوں کی بہ نسبت ان میں چوں کہ زیادہ خباثت پائی جاتی ہے۔اس لیے ان کو معازف کا اولین مصداق قرار دینا چاہیے۔

---

(۱) کف الرعاع:۴۰ (۲) عوارف المعارف:۱۴۰

۞ ٹی وی کے خطرناک اثرات معاشرے پر:

اور کیوں نہ ہو؟ جب کہ ٹی وی نے معاشرہ پر اپنے خطرناک اثرات چھوڑ کر اس کو مسموم کر دیا ہے اور عریانی، بے حیائی، بداخلاقی کو عام کر دیا ہے اور وہ کام اس نے کیا ہے جو برسہا برس میں ہزاروں آلات لہو ولعب نے نہیں کیا۔ اس موقعہ پر راقم الحروف کی کتاب ''ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر'' میں راقم الحروف نے جو لکھا ہے اس کو یہاں نقل کر دینا مناسب ہوگا۔

''کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ ٹیلی ویژن کے ان فحش پروگراموں کی وجہ سے لوگوں کی بے راہ روی میں اضافہ ہوا۔ بے حیائیوں اور فحاشیوں میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ وہ لوگ جو سنیما کی حقیقت تک سے ناواقف تھے اسکی بدولت اس میں ملوث ہوئے۔ وہ لوگ جن کے قلوب واذہان اگر نورِ معرفت سے منور نہ تھے تو بے حیائی اور فحاشی کی ظلمت سے سیاہ بھی نہ تھے اس کے طفیل سیاہ بختیوں وبدقسمتیوں کا شکار ہوئے۔ وہ معصوم بچے جن کی فطرت وطبیعت سلامتی پر ڈھل سکتی تھی اس کی وجہ سے اپنی عصمت وعفت کھو بیٹھے۔ وہ نوجوان جو قوم وملت کے قائد ورہبر بن سکتے تھے اس کی بدولت قوم کے ناہنجار افراد قرار پائے۔ وہ عورتیں جنکی عصمت وعفت پر ان کے آباء واجداد کو فخر اور قبیلے وخاندان کو ناز تھا اک لخت عصمت فروشی وبے حیائی پر اتر آئیں۔ اگر یہ سب ایک حقیقت اور واقعہ ہے اور بلا شبہ ایک حقیقت ہے تو پھر وہ اسلام جو برائیوں کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کا فیصلہ اور بے حیائی اور فحاشی کو اک قلم ختم کر دینے کا تہیہ کر چکا ہے اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟۔''(۱)

۞ کیا ہر عکس جائز ہے؟

بعض لوگ ٹی وی اور وی سی آر کے جواز اور عدم جواز کے مسئلہ پر جب بحث

(۱) ٹیلی ویژن اسلامی نقطۂ نظر سے:۱۲

کرتے ہیں تو امورِ مذرہ بالا پر قطعاً غور کر نہیں کرتے اور چھوٹتے ہی یہ بحث کرنے لگتے ہیں کہ ٹی وی اور وی سی آر میں جو نظر آتا ہے یہ تصویر نہیں بلکہ عکس ہے۔ لہٰذا جائز ہے۔ مگر یہ طرز استدلال نہایت ہی غیر معقول اور غیر منطقی ہے۔ کیونکہ اگر ہم مان لیں کہ ٹی وی اور وی سی آر میں جو نظر آتا ہے وہ عکس ہے، تب بھی یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث کی کسی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ عکس خواہ کسی قسم کا ہو اس کو دیکھنا جائز ہے؟ یا کسی فقیہ نے یہ کہیں لکھا ہے؟ قطعاً نہیں، بلکہ فقہاء نے اس کے خلاف یہ لکھا ہے کہ بعض چیزوں کا عکس دیکھنا بھی حرام ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اجنبیہ عورت کا پانی یا آئینہ میں عکس دیکھنا بھی حرام ہونا چاہئے کیوں کہ فتنہ اور شہوت کا اندیشہ ہے۔ پھر علامہ ابن حجر مکی کے فتاوی سے بھی اس کی ترجیح نقل کی ہے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ مطلقاً ہر عکس جائز نہیں ہے بلکہ جس طرح بعض اصل چیزوں کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح ان کے عکس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

اب غور فرمائیے کہ کس قدر عجیب بات ہے کہ بعض علماء ٹی وی کو جائز قرار دینے کے لیے اس کے عکس ہونے کو ثابت کرنے لگتے ہیں، جب کہ اس کا عکس ہونا بھی اس کے جائز ہونے کی دلیل قطعاً نہیں بن سکتا جب کہ اس عکس سے وہ تمام خرابیاں لازم آرہی ہیں جن کی وجہ سے تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (۲)

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عام تصویروں سے زیادہ اور پانی وآئینہ کے عکس سے تو ہزاروں درجہ زیادہ ٹیلی ویژن کے عکس میں انسانی جذبات کو اپیل کرنے والی کیفیات وخصوصیات ہوتی ہیں تو پھر بھی یہ صرف عکس ہونے کی وجہ سے جائز ہو جائے یہ نہایت ہی غیر معقول بات نہیں تو اور کیا ہے؟

(۱) شامی علی الدر المختار: ۳۷۲/۶ (۲) حاشیہ اس کی تفصیل کے لیے راقم کا رسالہ ٹیلی ویژن دیکھئے

بہر حال ہر قسم کے لہو ولعب، گانے بجانے سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہئے۔
اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔

نشہ بازی کی کثرت:

وشربت الخمور:

اور شرابیں پی جانے لگیں

خمور خمر کی جمع ہے اور خمر عربی میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو عقل پر پردہ ڈال دینے والی ہو، خواہ وہ چیز تر ہو یا خشک، کھائی جانے والی یا پی جانے والی ہو۔(۱)

اور اسی کو حدیث میں اس طرح فرمایا گیا ہے

"کل مسکر خمر و کل مسکر حرام"

کہ ہر نشہ لانے والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ شراب اور خمر صرف اس کو نہیں کہتے جو زمانۂ رسالت و زمانۂ صحابہ و تابعین میں پائی جاتی تھی بلکہ ہر وہ چیز خمر و شراب ہے جس سے نشہ آتا ہو خواہ وہ کھانے کی چیز ہو یا پینے کی، تر ہو یا خشک ہو جیسا کہ علامہ ذہبی نے فرمایا ہے۔

پھر یہاں خمر کی جمع خمور استعمال کر کے اس طرح اشارہ کیا گیا ہے کہ مختلف قسم کی شرابیں اور نشہ آور چیزیں رائج ہوں گی۔ چنانچہ آج ہزاروں اقسام وانواع کی شرابیں مروج ہیں، کوئی کسی کا عادی ہے، کوئی کسی کا۔ سنا جاتا ہے کہ سانپ کے زہر میں بھی نشہ ہوتا ہے اور اس نشہ کے نشہ باز بھی پائے جاتے ہیں۔ اس حدیث نے بتایا کہ جب اس طرح مختلف قسم کی شرابیں پی جائیں تو خدا کی طرف سے مذکورہ عذابات آئیں گے۔

(۱) الکبائر للذہبی: ۸۲ (۲) ابوداؤد مع بذل المجہود: ۳۳۱/۵

نشہ بازی کا عام رجحان:

اس حدیث سے جو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مختلف قسم کی شرابیں پی جائیں گی۔ اس کے مطابق آج معاشرہ میں دیکھا جارہا ہے کہ نشہ بازی کا رجحان عام ہوتا جارہا ہے حتی کہ کالج کے طالب علم جن میں لڑکیاں بھی ہیں وہ بھی اس نشہ بازی کے شکار ہیں اور یہ عادت اس قدر بری ہے کہ جس کو اس کی لت پڑ گئی وہ اس سے باز آنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ

اس میں ایک طرف اگر خدا اور رسول کی ناراضگی ہے جس سے عذاب لازم آتا ہے تو دوسری طرف اس میں جان و مال کی تباہی اور ہلاکت بھی ہے اور اس سے معاشرہ میں بھی بڑی برائیاں پھیلتی ہیں اور اس کی جڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے۔

نشہ ایک مہلک ہتھیار ہے:

اس نشہ کے عادی و مریض لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ نشہ بازی ایک مہلک ہتھیار ہے جو نشہ باز کی نسل کو ختم کر دیتا ہے۔ گویا یہ وہ ہتھیار ہے جس سے نشہ باز خود اپنے اوپر حملہ کرتا ہے۔ میں اس جگہ ایک فرانسیسی ڈاکٹر مسٹر ہنری کی یہ بات نقل کیے بغیر نہیں رہ سکتا جو اس نے اپنی ایک کتاب ''خواطر وسوانح فی الاسلام'' میں لکھی ہے۔ اور اس کو علامہ طنطاوی کے حوالہ سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے نقل کیا ہے کہ ''بہت زیادہ ہتھیار جس سے اہل مشرق کی بیخ کنی کی گئی اور وہ دو دھاری تلوار جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا یہ شراب تھی۔ ہم نے الجزائر کے لوگوں کے خلاف یہ ہتھیار آزمایا لیکن ان کی اسلامی شریعت ہمارے راستہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہوگئی اور وہ ہمارے اس ہتھیار سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بڑھتی ہی چلی گئی۔ یہ لوگ ہمارے اس تحفہ کو قبول کر لیتے تو ہمارے سامنے ذلیل وخوار ہو جاتے۔''(۱)

---

(۱) معارف القرآن: ۵۳۰/۱

اس کے علاوہ اس کے دیگر مفاسد وخرابیاں عام طور پر سب کو معلوم ومشاہد ہیں جو جسمانی بھی ہیں روحانی بھی، جانی بھی اور مالی بھی لہٰذا اس سے ضرور پرہیز کرنا چاہئے۔

ایک کفن چور کا واقعہ:

علامہ ذہبیؒ نے ایک لمبا واقعہ نقل کیا ہے۔ ہم یہاں اس کا ایک حصہ نقل کرتے ہیں: وہ یہ کہ ایک نوجوان ایک دن امیر المومنین عبدالمالک بن مروان کے پاس غمزدہ روتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نے بڑا گناہ کیا ہے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ عبدالمالک نے پوچھا کہ تیرا گناہ کیا ہے؟ کہا کہ بڑا گناہ ہے میں قبر کھود کر کفن چرایا کرتا تھا اور میں نے اس زمانہ میں عجیب باتیں دیکھی ہیں۔ اس کے بعد اس نے بہت سی باتیں بتائیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کہا میں نے ایک قبر کھودی تو دیکھا کہ قبر والا مردہ سور کی شکل میں مسخ ہو گیا ہے۔ اور زنجیروں سے باندھ دیا گیا ہے۔ اور گردن میں بیڑی پڑی ہوئی ہے، میں ڈر کر نکلنے کا ارادہ کیا تو کسی نے آواز دی اور کہا کہ تو اس کا حال کیوں نہیں پوچھتا؟ میں نے کہا اس کی یہ حالت کیوں ہے؟ تو بتایا کہ دنیا میں شراب پیتا تھا اور بغیر توبہ کئے مر گیا''۔(۱)

اسلاف کرام پر لعنت

ولعن اخر هذه الامت اولها:

اور اس امت کا آخری حصہ اس کے پہلے حصہ پر لعنت کرے

یعنی بعد میں آنے والے لوگ گزرے ہوئے نیک لوگوں مثلاً صحابہ کرام، تابعین عظیم، ائمہ دین وعلماء فقہاء یہ امت پر لعن طعن کرنے لگیں، یہ بھی سخت ترین گناہ ہے جس پر دنیا میں بھی بڑے بڑے عذابات آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلاف

(۱) الکبائر للذہبی: ۸۷

کرام پر لعنت اور طعنہ زنی دراصل اسلام پر طعنہ زنی ہے اور اسلام پر طعنہ زنی کس قدر بری بات ہے یہ سب کو معلوم ہے۔

صحابہ کرام پر طعنہ زنی کا حکم:

اسلاف اسلام پر سب سے زیادہ دین سے اور اللہ کے رسول علیہ السلام سے قرب رکھنے والے، دین کی اشاعت وتبلیغ میں سب سے زیادہ محنت ومجاہدہ کرنے والے اور دین کی خاطر سب سے زیادہ تکالیف ومصائب کو برداشت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔لہٰذا اسلافِ کرام میں سے صحابہ کرام پر لعنت وطعن، ان پر سب وشتم اور ان پر تبرّا بازی سب سے زیادہ بڑا گناہ اور بد دینی کی بات ہوگی۔اس لیے اللہ کے برگزیدہ رسول نے اپنے اصحاب کو برا کہنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو ہدف ملامت نہ بناؤ، کیونکہ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے اور جو ان کو تکلیف پہنچاتا ہے وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے وہ اللہ کو تکلیف دیتا ہے اور خدا کو تکلیف دینے والا قریب ہے کہ پکڑا جائے۔(۱)

ترمذی ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔(۲)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کرلیا

(۱) ترمذی:۲/۲۳۶ (۲) ایضاً

اور میرے لیے میرے صحابہ کو چن لیا، پھر ان میں میرے وزیر و مددگار اور سسر بنائے، پس جو ان کو برا بھلا کہے، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ (۱)

یہ چند حدیثیں نمونے کے طور پر یہاں نقل کر دی گئی ہیں، اگر کسی کو اس سلسلے میں تفصیل درکار ہو تو وہ علامہ ابن حجر مکیؒ کی کتاب ''الصوائق المحرقہ'' کا مطالعہ کرے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو برا بھلا کہنا حرام اور فحش محرمات میں سے ہے۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا کہ صحابہ پر سبُ وشتم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (۲)

ملاعلی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں رقمطراز ہیں کہ: ''شرح العقائد میں ہے کہ صحابہ کو برا کہنا اور ان پر طعن کرنا، اگر ان چیزوں سے ہے جو دلائل قطعیہ کے مخالفت ہے تو یہ کفر ہے، جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگانا اور اگر ایسے امور میں نہ ہو تو وہ بدعت و گناہ ہے۔ (۳)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''جو شخص حضرات صحابہ پر طعن کرتا یا ان پر سب وشتم کرتا ہے وہ دین سے خارج اور ملت اسلام سے الگ ہے۔ کیونکہ ان پر طعن کرنا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے حق میں برائیوں کا اعتقاد ہو، اور دل میں ان سے بغض پوشیدہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی جو تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی جو فضیلت و بڑائی بیان کی ہے، اس سے انکار ہو، پھر صحابہ کرام چونکہ دین کے پہنچانے والے اور اس کا بہترین ذریعہ ووسیلہ ہیں۔ اس لیے ان پر طعن کرنا گویا اصل (دین) پر طعن کرنا ہے، اور ناقل کی توہین منقول کی توہین ہے۔'' (۴)

علماء کے ان بیانات سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ پر زبان طعن دراز کرنا، ان

(۱) الصواعق المحرقۃ: ۳۰ (۲) شرح مسلم: ۳۱۰/۲ (۳) شرح فقہ اکبر: ۸۶ (۴) الکبائر: ۲۳۸

پر سب وشتم کرنا سخت گناہ اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔

مشاجراتِ صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا موقف

آج سبائی پروپیگنڈے سے متاثر افراد جو حضرات صحابہ کی توہین وتنقیص کرتے اور ان کے خلاف اپنی ناپاک زبانوں کو چلاتے رہتے ہیں، سب سے زیادہ جس چیز کو اچھالتے اور صحابہ کرام کے حق میں نقص وبرائی پر استدلال کرتے ہیں وہ حضراتِ صحابہ کرام کے مابین ہونے والے بعض مشاجرات واختلافات ہیں، اور اس سلسلے میں ان کے پاس جو کچھ ہے وہ تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق ہیں، جن میں صحیح وسقیم، قوی وضعیف، حق وباطل کی آمیزش ہے، کیوں کہ سبائیوں ایجنٹوں نے تاریخ کو اپنے ناپاک عزائم وحرکات سے پاک وصاف رہنے نہ دیا۔ اسی لیے اہل سنت علماء نے لکھا ہے کہ ان تاریخ کے اوراق سے صرف وہی بات مانی جائے گی جو صحابہ کرام کی عدالت وثقاہت کو جس پر نصوص قطعیہ نے دلالت کی ہے، برقرار رکھنے والی ہے، اس کے خلاف کوئی بات نہ لی جائے گی، کیوں کہ اس میں سبائیوں نے خلط ملط کر دیا ہے اور جو صحیح روایات سے ثابت ہے اس میں وہ حضرات معذور ہی نہیں بلکہ ماجور بھی ہیں کیونکہ ان حضرات نے کسی غلط وبرے ارادے ونیت سے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ نیک نیتی کے ساتھ اپنے موقف پر وہ قائم رہے تھے، یہ ان کا اجتہاد تھا جن میں ممکن ہے بعض سے خطا ہوئی ہو، مگر یہ خطا بھی معاف ہے اور اس پر ایک اجر بھی ثابت ہے۔ میں نے یہاں اہل سنت کا جو موقف پیش کیا ہے، یہ حضرات علماء اہل سنت کی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے، ہم یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''العقیدۃ الواسطیۃ'' میں فرماتے ہیں:

اہل سنت کے اصول میں سے یہ ہے کہ وہ روافض جو صحابہ سے بغض رکھتے اور ان کو برا کہتے ہیں اور نواصب جو اہل بیت رسول کو قول یا عمل سے ایذاء دیتے ہیں، ان

کے طریقے سے اپنے آپ کو بری کرتے ہیں اور صحابہ کے مابین جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں (اپنی زبان کو) روکتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ان روایات میں جن سے صحابہ کی برائیاں معلوم ہوتی ہیں، بعض محض کذب اور جھوٹ ہیں اور ان میں سے بعض میں کچھ کمی بیشی کر دی گئی ہے اور ان کے اصل مفہوم سے ان کو بدل دیا گیا ہے اور ان میں سے جو صحیح ہیں ان میں صحابہ معذور ہیں یا مجتہد برحق ہیں یا مجتہد خطاوار ہیں۔(۱)

صحابہ کرام کے گناہ تلاش کرنا ایمان کی کمزوری ہے:

یہ تو ان خطاؤں کے سلسلے میں تفصیل وتوضیح تھی جو اجتہاد سے سرزد ہوئیں اور جو صریح گناہ و معصیت کے کام صحابہ سے صادر ہوئے، ان کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ معصوم نہیں ہیں، اس لیے گناہ کا صدور ان سے ممکن ہے بلکہ واقع ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی معافی قرآن میں کئی جگہ اعلان فرمایا ہے، پھر ان کی دین کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں جدوجہد، ان کے خلوص وللّٰہیت، خوف وخشیت، تقویٰ وپرہیزگاری، تعلق مع اللہ وحب رسول اللہ وغیرہ نیکیوں کے سامنے ان کے یہ دو چار گناہ جو بشریت کے تقاضے سے صادر ہو گئے، اس قابل نہیں کہ ان کو ان کی بنیاد پر گنہ گار ثابت کیا جائے، جیسے آج سبائی ایجنٹوں نے تحریک چلا رکھی ہے۔

حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی نے بہت ہی صحیح فرمایا کہ:

بشاراتے کہ درحق ایشان بنصوص قطعیہ قرآن واحادیث متواترہ آمدہ است از ان چشم پوشیدن واین عیوبات نادرہ ایشان را تجسس کردن شان ایمان نیست۔(۲)

یعنی ان بشارتوں سے جو ان (صحابہ) کے حق میں قرآن واحادیثِ متواترہ کی

---

(۱) العقیدۃ الواسطیۃ مندرجہ المجموعۃ العلمیۃ السعودیہ ص: ۱۸۰-۱۸۱

(۲) تحفۂ اثناعشریہ: ۳۳۸

قطعی نصوص سے آئی ہیں، آنکھ بند کر لینا اوران کے اندر عیوب کو تلاش کرنا ایمان کی شان نہیں ہے۔

صحابہ انبیاء کے حکم میں ہیں:

اسی کتاب میں شاہ صاحبؒ ایک اور بات ارشادفرماتے ہیں کہ:

یہاں یہ دقیقہ جاننا چاہئے کہ انبیاء کو برا بھلا کہنا اس وجہ سے حرام وکفر ہے کہ برا کہنے کا سبب (یعنی گناہ وکفر) ان حضرات کے حق میں پایا نہیں گیا اور (اس کے مقابل) تعظیم وتوقیر کے اسباب ان میں بوفور پائے گئے اوراس کے گناہوں کی مغفرت اوران کا کفارہ بنص قرآن ثابت ہو وہ جماعت بھی بالیقین سب وشتم وتحقیر واہانت کے حرام ہونے میں انبیاء کے حکم میں ہوگی، زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ انبیاء میں اسباب تحقیر ہی موجود نہیں ہیں اوران (صحابہ) میں اسباب تحقیر پائے جانے کے بعد (مغفرت الٰہی سے) معدوم ہو گئے اور وجود کے بعد معدوم ہو جانے والی چیز اس باب میں معدوم اصلی کے برابر ہے۔(۱)

بہرحال حضرات صحابہ کے بارے میں لب کشائی، ان پر سب وشتم، ان کی برائیاں تلاش کرنا سخت گناہ ہے۔

صحابہ پر سب وشتم کرنے والے پر عذاب کے واقعات:

صحابہ کو برا بھلا کہنے والے پر آخرت سے پہلے بسا اوقات دنیا میں بھی عذاب لوگوں کو دکھایا گیا ہے۔علامہ ابن القیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں کہ ابواسحاق نے کہا کہ مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لیے بلایا گیا، جب میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک سانپ ہے جو اس کے گلے میں لپٹا ہوا ہے اور بہت موٹا ہے،

---

(۱) تحفۂ اثنا عشریہ: ۳۳۹

وہ کہتے ہیں کہ میں چلا آیا، اوراس کوغسل نہیں دیا، لوگ بیان کرتے تھے کہ وہ صحابہ کو برا بھلا کہتا تھا۔(۱)

''ائمہ تلبیس'' میں بدایونی کے حوالہ سے اکبر بادشاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ملّا احمد نامی ایک رافضی صحابہ کرام کوگالیاں دیتا تھا، ایک مرتبہ اکبرلاہور آیا ہوا تھا، ملااحمد صحابہ کرام کے خلاف سب وشتم کی غلاظت اچھالنے لگا، ایک غیور مسلمان مرزافولادبیگ نے اس کوقتل کردیا، اور یہ رافضی کئی دن تک حالت نزع میں دم توڑتا رہا، اس اثناء میں اس کا چہرہ مسخ ہوکرسور کی شکل میں تبدیل ہوگیا تھا، بہت سے لوگوں نے اس کواس حالت یں دیکھا۔ ملابدایونی کہتے ہیں کہ میں نے بھی اس کواس حالت میں دیکھا۔(۲)

ائمہ وعلماء پرلعنت کاحکم:

اسلاف میں سے حضرات علماء وائمہ دین کو برا بھلا کہنا، ان پرلعنت وطعن کرنا بھی گناہ ہے۔ بلکہ علماء نے فرمایا کہ عالم پرلعنت اورفقیہ کااس کےعلم وفقہ کی وجہ سےاستہزاء ومذاق اوراس کی توہین کفر ہے۔(۳)

اللہ تعالیٰ سے دعا گوہوں کہ وہ حضرات سلف صالحین کےمتعلق ہمارے دلوں کو پاک صاف رکھےاوران کےنقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

مذکورہ گناہوں پر دردناک عذابات

حدیث زیربحث میں نبی کریم علیہ السلام نے مذکورہ گناہوں کوشمار فرما کرآخر میں ان پر مرتب ہونے والے عذابات میں سے بعض کوصاف طور پر بتادیا ہے اوربعض کو اجمالاًواشارۃً بیان فرمایاہے۔ پانچ کوصراحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔

(۱) کتاب الروح: ۷۰ (۲) ائمہ تلبیس مصنفہ ابوالقاسم رفیق دلاوری: ۳۳۴ (۳) الاعلام بقواطع الاسلام ابن حجر مکی: ۵۲

اور وہ یہ ہیں:

سرخ آندھی: یہ تیز وتند ہوا ہے، جس سے بلند قامت عمارتیں اور فلک بوس و مستحکم پہاڑ بھی ہل جاتے اور ہلاکت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ تیز ہوائیں چلتیں تو گھبرا جاتے اور اس کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر ظاہر ہوتے۔(۱)

کیونکہ آپ کو گنہ گاروں کے گناہوں سے عذاب آنے کا اندیشہ ہوتا۔(۲)

اور یہ عذاب پچھلی امتوں میں قوم عاد پر نازل ہوا تھا۔

زلزلہ: کون نہیں جانتا کہ یہ زلزلہ کے جھٹکے کس قدر خطرناک ہوتے ہیں، ابھی گذشتہ دنوں ۱۹۸۸ء کے اواخر میں رشیا میں جو خطرناک وخوفناک زلزلے یکے بعد دیگرے آئے اور بستیوں کی بستیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا تھا، اس کو ابھی تک لوگ بھولے نہیں ہیں۔

خسف: زمین میں دھنسنا، قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ پچھلے لوگوں پر بھی عذاب آیا تھا، قارون کے متعلق بھی قرآن نے بتایا ہے کہ اس کو اللہ نے زمین میں دھنسا دیا تھا (القصص:۸۱) اور دیگر حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں بھی متعدد خسوف ظاہر ہوں گے۔ ان میں سے ایک حدیث میں تین کا ذکر ہے۔(۳)

ممکن ہے کہ اس حدیث میں جس کا ذکر ہے وہ انہی تین میں سے ایک ہو، یا ان کے علاوہ، بہرحال یہ بڑی خوفناک چیز ہے جس سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

مسخ: صورتوں کا مسخ ہو جانا، یہ عذاب پچھلی امتوں میں بہت ظاہر ہوا ہے، بنی اسرائیل کو بندر کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا اور بعض کو خنزیر کی شکل میں، اور اس طرح کے واقعات اس امت میں بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ دو چار واقعات اس رسالہ

---

(۱) بخاری:۱/۱۴۱ (۲) ایضاً (۳) جمع الفوائد:۲/۳۹۲

میں بھی گزر چکے ہیں۔

قذف: آسمان سے پتھر آنا، ابرہہ بادشاہ اوراس کے لشکر پر آسمان سے کنکریاں برسنا قرآن سے ثابت ہے، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھر کی بارش بھی قرآن میں مذکور ہے۔ (سورہ ہود:۸۲)

یہ سب عذابات جو پچھلی قوموں پر آئے تھے اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں: اس امت پر بھی مذکورہ گناہوں کی وجہ سے آئیں گے۔

پھر اس پر بس نہیں بلکہ فرمایا کہ اس کے علاوہ اور عذابات بھی اس طرح لگاتار اور یکے بعد دیگرے آئیں گے جیسے موتیوں کی لڑی ٹوٹ جانے پر، موتیاں لگاتار گرنے لگتی ہیں۔

آخری بات

مذکورہ بالا حدیث جس کی عام فہم تشریح پیش کی گئی ہے، اس میں ہمارے لیے عبرت وبصیرت ہے، اور سخت تنبیہ وتوبیخ بھی ہے کہ ان گناہوں سے بچا جائے۔ اوراپنے آپ کو ان میں ملوث کرکے، ان عذابات کا مستحق نہ بنائیں۔ آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلنے اور نا مرضیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اوراپنی رحمت کے سایہ میں ہمیں جگہ دے اوراپنے غضب سے بچائے۔ آمین

محمد شعیب اللہ خان عفی عنہ